01

ماہنامہ

موازنۂ مذاہب

جلد08 شمارہ01 صلح 1404ھجری شمسی، رجب 1446ھجری قمری بمطابق جنوری 2025ء

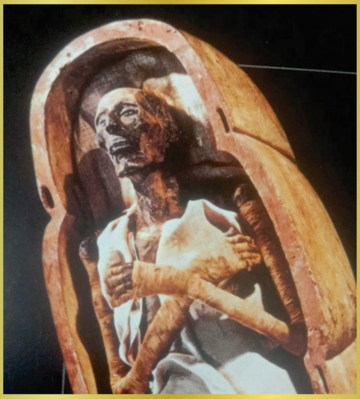

قرآن کے مطابق فرعون موسیٰؑ کون سا فرعون تھا؟

کیا بائبل کے مطابق حضرت موسیٰؑ نے دو فراعین کا زمانہ پایا؟

یا قرآن کے مطابق آپ کے زمانہ کا فرعون ایک تھا؟

کیا وہ رعمسیس ثانی تھا؟

حضرت مسیح ناصریؑ کی کتاب مقدس

مروجہ اناجیل نہیں بلکہ توراۃ اور کتب انبیاء ہیں

اس زمانہ میں بڑی ضرورت

خدا تعالیٰ کی ہستی کو ثابت کیا جاوے

ایک مشہور دہریہ کے اعتراضات کے جواب

کتاب The God Delusion پر ایک نظر

مدیر: محمد حمید کوثر

نئے سال کا آغاز جائزے اور دعا سے

امام جماعت احمدیہ عالمگیر حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

’’ہم سال کی آخری رات اور نئے سال کا آغاز اگر جائزے اور دعا سے کریں گے تو اپنی عاقبت سنوارنے والے ہوں گے۔ اور اگر ہم بھی ظاہری مبارکبادوں اور دنیاداری کی باتوں سے نئے سال کا آغاز کریں گے تو ہم نے کھویا تو بہت کچھ اور پایا کچھ نہیں یا بہت تھوڑا پایا۔ اگر کمزوریاں رہ گئی ہیں اور ہمارا جائزہ ہمیں تسلی نہیں دلا رہا تو ہمیں یہ دعا کرنی چاہئے کہ ہمارا آنے والا سال گزشتہ سال کی طرح روحانی کمزوری دکھانے والا سال نہ ہو۔ بلکہ ہمارا ہر قدم اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے اٹھنے والا قدم ہو۔ ہمارا ہر دن اُسوہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر چلنے والا دن ہو۔ ہمارے دن اور رات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عہد بیعت نبھانے کی طرف لے جانے والے ہوں .... اور مصمّم ارادہ کریں اور ایک عہد کریں اور خاص طور پر نئے سال کے آغاز میں یہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہماری گزشتہ کوتاہیوں اور کمیوں کو معاف فرمائے اور نئے سال میں ہمیں زیادہ سے زیادہ پانے کی توفیق دے۔ ہم کھونے والے نہ ہوں اور ہم ان مومنین میں شامل ہوں جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے اپنا سب کچھ قربان کرنے کے لئے تیار رہتے ہیں۔‘‘ (آمین)

(خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز 30 جنوری 2016ء، بحوالہ الفضل انٹرنیشنل 20 جنوری 2017ء صفحہ 6)

ماہنامہ موازنۂ مذاہب

جلد08شمارہ 01 صلح 1404 ھجری شمسی، رجب 1446 ھجر ی قمری بمطابق **جنوری** 2025ء

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
1	ارشاد باری تعالیٰ : خدا واحد لاشریک ہے	2
2	ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم : آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری زمانہ سے متعلق پیشگوئی	4
3	اس زمانہ میں بڑی ضرورت کہ خدا تعالیٰ کی ہستی کو ثابت کیا جاوے : کلام الامام امام الکلام	6
4	نیا سال منانے کا اسلامی طریق : امام جماعت احمدیہ عالمگیر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز	9
5	نادرونایاب؛ خطبہ جمعہ مؤلفہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام	14
6	کتب مقدسہ میں؛بشارات احمد مصطفیٰ محمد مجتبیٰ رحمت عالم وعالمیان صلی اللہ علیہ وسلم: از افاضات حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ	20
7	قرآن کریم کا درست ترجمہ و تفسیر از جماعت احمدیہ مسلمہ؛حضرت مسیح موعودؑ کے ایک مبارک منشاء کی تعمیل : اواب سعد حیات	24
8	حضرت مسیح ناصریؑ کی کتاب مقدس مروجہ اناجیل نہیں بلکہ توراۃ اور کتب انبیاء ہیں : ایم۔ناصر	37
9	قرآن، بائبل اور آثار قدیمہ؛ قرآن کے مطابق فرعون موسیٰؑ کون سا فرعون ہو سکتا ہے؟: ایس۔اے۔ قادر	58
10	تعارف کتاب؛ ”براہین احمدیہ حصہ پنجم“: مرسلہ ابو عبد اللہ	79
11	ایک مشہور دہریہ کے اعتراضات کے جواب؛ کتاب The God Delusion پر ایک نظر: وسیمہ اُپل (آسٹریلیا)	84

Office Magazine Muwazna-e-Madhahib
Mohalla Ahmadiyya Qadian
Dt. Gurdaspur-143516
Punjab, India
Email: muwaznaemazahibindia@gmail.com
Tel: +91-01872-500970, Fax: 500971

خدا واحد لاشریک ہے

ارشاد باری تعالیٰ

هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ۔(الحشر: 23)

اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ غائب اور حاضر کو جانتا ہے وہی بے انتہا کرم کرنے والا (خدا) ہے (اور وہی) بار بار رحم کرنے والا (خدا) ہے۔(تفسیر صغیر)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”**وہ خدا جو واحد لاشریک ہے جس کے سوا کوئی بھی پرستش اور فرمانبرداری کے لائق نہیں۔** یہ اس لئے فرمایا کہ اگر وہ لاشریک نہ ہو تو شاید اس کی طاقت پر دشمن کی طاقت غالب آجائے۔ اس صورت میں خدائی معرضِ خطرہ میں رہے گی۔ اور یہ جو فرمایا کہ اس کے سوا کوئی پرستش کے لائق نہیں اس سے یہ مطلب ہے کہ وہ ایسا کامل خدا ہے جس کی صفات اور خوبیاں اور کمالات ایسے اعلیٰ اور بلند ہیں کہ اگر موجودات میں سے بوجہ صفات کاملہ کے ایک خدا انتخاب کرنا چاہیں یا دل میں عمدہ سے عمدہ اور اعلیٰ سے اعلیٰ خدا کی صفات فرض کریں تو وہ سب سے اعلیٰ جس سے بڑھ کر کوئی اعلیٰ نہیں ہو سکتا۔ وہی خدا ہے جس کی پرستش میں ادنیٰ کو شریک کرنا ظلم ہے۔

پھر فرمایا کہ عٰلِمُ الۡغَیۡبِ ہے یعنی اپنی ذات کو آپ ہی جانتا ہے اس کی ذات پر کوئی احاطہ نہیں کر سکتا۔ ہم آفتاب اور ماہتاب اور ہر ایک مخلوق کا سراپا دیکھ سکتے ہیں مگر خدا کا سراپا دیکھنے سے قاصر ہیں۔

پھر فرمایا کہ وہ عالم الشہادۃ ہے یعنی کوئی چیز اس کی نظر سے پردہ میں نہیں ہے۔ یہ جائز نہیں کہ وہ خدا کہلا کر پھر علم اشیاء سے غافل ہو۔ وہ اس عالم کے ذرہ ذرہ پر اپنی نظر رکھتا ہے لیکن انسان نہیں رکھ سکتا۔ وہ جانتا ہے کہ کب اس نظام کو توڑ دے گا اور قیامت برپا کر دے گا۔ اور اس کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ ایسا کب ہو گا؟ سو وہی خدا ہے جو ان تمام وقتوں کو جانتا ہے۔

پھر فرمایا ھُوَ الرَّحۡمٰنُ یعنی وہ جانداروں کی ہستی اور ان کے اعمال سے پہلے محض اپنے لطف سے نہ کسی غرض سے اور نہ کسی عمل کے پاداش میں ان کے لئے سامانِ راحت میسر کرتا ہے۔ جیسا کہ آفتاب اور زمین اور دوسری تمام چیزوں کو ہمارے وجود اور ہمارے اعمال کے وجود سے پہلے ہمارے لئے بنا دیا۔ اس عطیّہ کا نام خدا کی کتاب میں رحمانیت ہے۔ اور اس کام کے لحاظ سے خدائے تعالیٰ رحمٰن کہلاتا ہے۔

اور پھر فرمایا کہ الرَّحِیۡمِ یعنی وہ خدا نیک عملوں کی نیک تر جزا دیتا ہے اور کسی کی محنت کو ضائع نہیں کرتا اور اس کام کے لحاظ سے رحیم کہلاتا ہے۔"

("اسلامی اصول کی فلاسفی" روحانی خزائن جلد10 صفحہ 373,372 تصنیف حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی۔ بانیٔ جماعت احمدیہ علیہ السلام)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری زمانہ سے متعلق پیشگوئی

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری زمانے کی علامات میں سے فرمایا تھا کہ:

”يُوشِكُ أَنْ يَأْتِيَ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَا يَبْقَى مِنَ الْإِسْلَامِ إِلَّا اسْمُهُ، وَلَا يَبْقَى مِنَ الْقُرْآنِ إِلَّا رَسْمُهُ، مَسَاجِدُهُمْ عَامِرَةٌ وَهِيَ خَرَابٌ مِنَ الْهُدَى، عُلَمَاؤُهُمْ شَرٌّ مَنْ تَحْتَ أَدِيمِ السَّمَاءِ مِنْ عِنْدِهِمْ تَخْرُجُ الْفِتْنَةُ وَفِيهِمْ تَعُودُ...“

(مشکوۃ المصابیح، فصل الثالث، کتاب العلم حدیث:276 جلد1 صفحہ 91 المکتب الاسلامی)

ترجمہ: لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا جب اسلام کا صرف نام باقی رہ جائے گا اور قرآن کے صرف الفاظ باقی رہ جائیں گے۔ ان کی مسجدیں ظاہر میں تو آباد ہوں گی لیکن ہدایت کے لحاظ سے بالکل ویران ہونگی۔ اس زمانہ کے لوگوں کے علماء آسمان کے نیچے بدترین مخلوق ہوں گے۔ اُنہی میں سے ہی فتنے نکلیں گے اور انہی میں واپس جائیں گے۔

مِشْكاةُ المَصابِيح

تأليف

محمد بن عبد الله الخطيب التبريزي

بتحقيق

محمد ناصر الدين الألباني

الجزء الاول

المكتب الاسلامي

٢ - كتاب العلم — الحديث (٢٧٩)

٢٧٦ — (٧٩) وعن علي، قال: قال رسول الله ﷺ: «يوشِكُ أنْ يأتي على الناسِ زمانٌ لا يبقى من الإسلامِ إلا اسمُه، ولا يبقى من القُرآنِ إلا رَسمُه، مساجِدُهم عامرةٌ وهي خَرابٌ من الهُدَى، عُلماؤُهم شَرُّ مَنْ تحتَ أديمِ السَّماء، مِن عندِهم تخرُجُ الفِتنةُ، وفيهم تعودُ»

کلام الامام امام الکلام

اس زمانہ میں بڑی ضرورت کہ خدا تعالیٰ کی ہستی کو ثابت کیا جائے

حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی۔بانیٔ جماعت احمدیہ مسیح موعود و مہدیٔ معہود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”ہمارے اصول میں یہ بات ہے کہ سچائی کو دنیا میں پھیلایا جائے۔ اس زمانہ میں بڑی ضرورت یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی ہستی کو ثابت کیا جاوے۔“

(ملفوظات حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام جلد10 صفحہ 197 ایڈیشن2022ء)

”اسلام یہ سکھاتا ہے کہ کوئی چیز خود بخود نہیں خواہ وہ ارواح ہوں یا اجسام، سب کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے۔ ہر چیز کا مبدء فیض اور سر چشمہ وہی ہے۔ اس لحاظ سے **اس کے مصنوعات پر نظر کر کے ہم اس کو پہچان سکتے ہیں۔ پس یہ دلیل اگر کام دے سکتی ہے اور مفید ہو سکتی ہے تو مسلمانوں کے لیے** لیکن اللہ تعالیٰ نے اتنی ہی معرفت مسلمانوں کو نہیں دی بلکہ اپنی شناخت اور معرفت کے اور بہت سے نشانات ان کو دیئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے۔ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (یونس:65) اور پھر فرماتا ہے: اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ (حٰمٓ السجدة: 31) یعنی جن لوگوں نے کہا کہ اللہ ہمارا رب ہے اور پھر اس پر انہوں نے استقامت دکھائی اور کوئی مشکل اور مصیبت انہیں اس اقرار سے پھیر نہیں سکی ان پر ملائکہ کا نزول ہوتا ہے۔ یہ بڑا بھاری طریق ہے خدا کو پہنچاننے کا۔ اس سے وہ یقین پیدا ہوتا ہے جو انسان کو نجات کا وارث بنا دیتا ہے کیونکہ جب اللہ تعالیٰ کے وجود پر کامل یقین پیدا ہو جاوے تو

انسان کی زندگی میں ایک معجزہ نما تبدیلی ہوتی ہے وہ گناہ آلود زندگی سے نکل آتا ہے اور پاکیزگی اور طہارت کا جامہ پہن لیتا ہے اور یہی نجات ہے جو اس کو گناہ سے بچا لیتی ہے۔اس کے ثمرات اور برکات خدا تعالیٰ پر کامل یقین اور توکل پیدا ہونے لگتے ہیں اور معجزات اور نشانات مشاہدہ کرائے جاتے ہیں۔

اب چونکہ زمین وآسمان پر مدت ہائے دراز گذر گئی ہیں اس لیے نرا ان کا وجود یقین کے لیے کافی نہیں۔اگر یہ کافی ہوتے تو لوگ دہریہ کیوں بنتے؟میں یقیناً کہتا ہوں کہ دوسرے لوگ دہریوں کو خدا تعالیٰ کی ہستی پر قائل نہیں کر سکتے۔لیکن ہمارے سامنے لاؤ۔ یہ تو ہم نہیں کہہ سکتے کہ وہ مان جاویں گے مگر ہم دعویٰ سے کہتے ہیں کہ وہ لاجواب ہو جائیں گے۔**وہ طریق جس سے ہم دہریوں اور دوسروں پر حجت قائم کرتے ہیں وہ کیا ہے؟خدا تعالیٰ کے اقتداری نشان اور اقتداری پیشگوئیاں۔** اسلام پر اللہ تعالیٰ کا خاص فضل اور رحم ہے کہ ایک سچا مسلمان یہاں تک ترقی کر سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے اس کو مکالمہ مخاطبہ نصیب ہو جاتا ہے مگر یہ سب کچھ تقویٰ سے نصیب ہوتا ہے۔“

(ملفوظات حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام جلد 9 صفحہ 54,53 ایڈیشن 2022ء)

”یاد رکھو کہ اس نظام شمسی اور اس ترتیب عالم سے جو کہ ایک ابلغ اور محکم رنگ میں پائی جاتی ہے۔اس سے نتیجہ نکالنا کہ خدا ہے یہ ایک ضعیف ایمان ہے اس سے خدا کے وجود کے متعلق پوری تسلّی نہیں ہو سکتی،امکان ثابت ہوتا ہے۔یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یقیناً خدا ہے اگر اس میں یقینی اور قطعی دلائل ہوتے تو پھر لوگ دہریہ کیوں ہوتے؟ بڑے بڑے محقق کتابیں تالیف کرتے ہیں مگر ان کے دلائل ناطقہ اور براہین قاطعہ نہیں ہوتے۔کسی کا منہ بند نہیں کر سکتے اور نہ ان سے یقینی ایمان تک انسان پہنچ سکتا ہے۔ اگر ایک شخص ان امور سے خدا تعالیٰ کی ہستی کے دلائل بیان کرے گا تو ایک دہریہّ اس کے خلاف دلائل بیان کر دے گا۔

دراصل بات یہ ہے کہ اس طرح اتنا ثابت ہو سکتا ہے کہ خدا ہونا چاہیئے۔ یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ہے۔ ہونا چاہیئے اور ہے میں بہت بڑا فرق ہے۔ ہے مشاہدہ کو چاہتا ہے **مگر دوسرا حصہ جو وجود باری تعالیٰ کے واسطے انبیاء نے پیش کیا ہے کہ زبردست نشانات معجزات اور خدا کی زبردست طاقت کے ظہور سے اس کی ہستی ثابت کی جاوے۔** یہ ایک ایسی راہ ہے کہ تمام سر اس دلیل کے آگے جھک پڑتے ہیں۔ اصل میں بہت سے عرب دہر یہ تھے جیسا کہ قرآن شریف کی آیت ذیل سے معلوم ہوتا ہے۔ **اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَ نَحْيَا**۔(المؤمنون:38) کیا عرب جیسے اجڈ اور بے باک، بے قید، بے دھڑک لوگ تلوار سے آپ نے سیدھے کئے تھے۔ اور ان کی آپ کی بعثت سے پہلی اور پچھلی زندگی کا عظیم الشان امتیاز اور فرق اس وجہ سے تھا کہ وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تلوار کا مقابلہ نہ کر سکے تھے؟ یا کیا صرف سادہ اور نری اخلاقی تعلیم تھی جس سے ان کے دلوں میں ایسی پاک تبدیلی پیدا ہوگئی تھی؟ نہیں ہرگز نہیں۔ یاد رکھو کہ تلوار انسان کے ظاہر کو فتح کر سکتی ہے مگر دل کبھی تلوار سے فتح نہیں ہوتے۔ بلکہ وہ وہ انوار تھے جن میں خدا کا چہرہ نظر آتا تھا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایسے ایسے خارق عادت نشانات دکھائے تھے کہ خود خدا ان لوگوں کے سامنے آموجود ہوا تھا اور انہوں نے خدا تعالیٰ کے جلال اور جبروت کو دیکھ کر گناہ سوز زندگی اور پاک تبدیلی اپنے اندر پیدا کر لی تھی۔

اب پھر وہی وقت ہے اور ویسا ہی زمانہ۔ پس **اِس وقت بھی خدا کی ہستی کا یقین اسی ذریعہ سے ہوگا جس ذریعہ سے ابتداء میں ہوا تھا۔** اسلام وہی اسلام ہے لہذا اس کی کامیابی اور سرسبزی کے بھی وہی ذریعے ہیں جو ابتداء میں تھے۔ اب بھی ضرورت ہے تو اس بات کی کہ خدا کے چہرہ نما ہیبت ناک اقتداری نشانات ظاہر ہوں اور یقین جانو کہ کوئی شخص گناہ سے پاک نہیں ہو سکتا۔ جب تک خدا تعالیٰ کی معرفت کامل نہ ہو۔“

(ملفوظات حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام جلد 10 صفحہ 270,269 ایڈیشن 2022ء)

کلام الامام

نیا سال منانے کا اسلامی طریق

امام جماعت احمدیہ عالمگیر حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

"سال آتے ہیں، بارہ مہینے گزرتے ہیں اور چلے جاتے ہیں۔ چاہے قمری مہینے کے سال ہوں یا یہ جو رائج کیلنڈر ہے گریگورئین کیلنڈر اس کے سال ہوں۔ لیکن دنیا والے چاہے وہ مسلمانوں میں سے ہیں یا غیر مسلموں میں سے دنوں اور مہینوں اور سالوں کو دنیاوی غُل غپاڑے اور ہاؤ ہُو اور دنیاوی تسکین کے کاموں میں گزار کر بیٹھ جاتے ہیں۔ نئے سال کے آغاز پر جو یکم جنوری سے شروع ہوتا ہے دنیا والے کیا کچھ نہیں کرتے۔ مغربی ممالک میں یا ترقی یافتہ ممالک میں خاص طور پر اور باقی دنیا میں بھی 31 دسمبر اور یکم جنوری کی درمیانی رات کو کیا کچھ شور و غل نہیں ہوتا۔ آدھی رات تک خاص طور پر جاگا جاتا ہے بلکہ ساری ساری رات صرف شور شرابے کے لئے، شراب کباب کے لئے، ناچ گانے کے لئے جاگتے ہیں۔ گویا گزشتہ سال کا اختتام بھی لغویات اور بیہودگیوں کے ساتھ ہوتا ہے اور نئے سال کا آغاز بھی لغویات کے ساتھ ہوتا ہے۔ دنیا کی اکثریت کی دین کی آنکھ تو اندھی ہو چکی ہے اس لئے ان کی نظر تو وہاں تک پہنچ نہیں سکتی جہاں مومن کی نظر پہنچتی ہے اور پہنچنی چاہیئے۔ **ایک مومن کی شان تو یہ ہے کہ نہ صرف ان لغویات سے بچے اور بیزاری کا اظہار کرے بلکہ اپنا جائزہ لے اور غور کرے کہ اس کی زندگی میں ایک سال آیا اور گزر گیا۔** اس میں وہ ہمیں کیا دے کر گیا اور کیا لے کر گیا۔ ہم نے اس سال میں کیا کھویا اور کیا پایا۔ ایک مومن نے دنیاوی لحاظ سے دیکھنا ہے کہ اس سال میں اس نے کیا کھویا اور کیا پایا۔ اس کی دنیاوی حالت میں کیا بہتری پیدا ہوئی یا دینی لحاظ سے اور روحانی لحاظ سے دیکھنا ہے کہ کیا کھویا اور کیا پایا اور اگر دینی اور روحانی لحاظ سے دیکھنا ہے تو کس معیار پر رکھ کر دیکھنا ہے تا کہ پتا چلے کہ کیا کھویا اور کیا پایا۔

ہم احمدی خوش قسمت ہیں کہ جنہیں اللہ تعالیٰ نے مسیح موعود اور مہدی معہود کو ماننے کی توفیق عطا فرمائی جنہوں نے ہمارے سامنے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی تعلیم کا نچوڑ یا خلاصہ نکال کر رکھ دیا اور ہمیں کہا کہ تم اس معیار کو سامنے رکھو تو تمہیں پتا چلے گا کہ تم نے اپنی زندگی کے مقصد کو پورا کیا ہے یا پورا کرنے کی کوشش کی ہے یا نہیں؟ اس معیار کو سامنے رکھو گے تو صحیح مومن بن سکتے ہو۔ یہ شرائط ہیں ان پہ چلو گے تو صحیح طور پر اپنے ایمان کو پرکھ سکتے ہو۔ ہر احمدی سے آپ نے عہد بیعت لیا اور اس عہد بیعت میں شرائط بیعت ہمارے سامنے رکھ کر لائحہ عمل ہمیں دے دیا جس پر عمل اور اس عمل کا ہر روز، ہر ہفتے، ہر مہینے اور ہر سال ایک جائزہ لینے کی ہر احمدی سے امید اور توقع بھی کی۔

پس ہم سال کی آخری رات اور نئے سال کا آغاز اگر جائزے اور دعا سے کریں گے تو اپنی عاقبت سنوارنے والے ہوں گے۔ اور اگر ہم بھی ظاہری مبارکبادوں اور دنیاداری کی باتوں سے نئے سال کا آغاز کریں گے تو ہم نے کھویا تو بہت کچھ اور پایا کچھ نہیں یا بہت تھوڑا پایا۔ اگر کمزوریاں رہ گئی ہیں اور ہمارا جائزہ ہمیں تسلی نہیں دلا رہا تو ہمیں یہ دعا کرنی چاہئے کہ ہمارا آنے والا سال گزشتہ سال کی طرح روحانی کمزوری دکھانے والا سال نہ ہو۔ بلکہ ہمارا ہر قدم اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے اٹھنے والا قدم ہو۔ ہمارا ہر دن اُسوہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر چلنے والا دن ہو۔ ہمارے دن اور رات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عہد بیعت نبھانے کی طرف لے جانے والے ہوں۔ وہ عہد جو ہم سے یہ سوال کرتا ہے کہ کیا ہم نے شرک نہ کرنے کے عہد کو پورا کیا۔ بتوں اور سورج چاند کو پوجنے کا شرک نہیں بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق وہ شرک جو اعمال میں ریاء اور دکھاوے کا شرک ہے۔ وہ شرک جو مخفی خواہشات میں مبتلا ہونے کا شرک ہے۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 4 صفحہ 801,800۔ حدیث محمود بن لبید حدیث نمبر 24036، عالم الکتب بیروت 1998ء)

کیا ہماری نمازیں، ہمارے روزے، ہمارے صدقات، ہماری مالی قربانیاں، ہمارے خدمت خلق کے کام، ہمارا جماعت کے کاموں کے لئے وقت دینا، خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کی بجائے غیر اللہ کو خوش کرنے یا دنیا دکھاوے کے لئے تو نہیں تھا۔ ہمارے دل کی چھپی ہوئی خواہشات اللہ تعالیٰ کے مقابلے پر کھڑی تو نہیں ہو گئی تھیں۔ اس کی وضاحت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس طرح فرمائی ہے۔ فرمایا کہ:

”توحید صرف اس بات کا نام نہیں کہ منہ سے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ کہیں اور دل میں ہزاروں بُت جمع ہوں۔ بلکہ جو شخص کسی اپنے کام اور مکر اور فریب اور تدبیر کو خدا کی سی عظمت دیتا ہے یا کسی انسان پر بھروسہ رکھتا ہے جو خدا تعالیٰ پر رکھنا

چاہیئے یا اپنے نفس کو وہ عظمت دیتا ہے جو خدا کو دینی چاہیئے ان سب صورتوں میں وہ خدا تعالیٰ کے نزدیک بُت پرست ہے۔"

(سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب۔ روحانی خزائن جلد 12 صفحہ 349 تصنیف حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی۔ بانیٔ جماعت احمدیہ علیہ السلام)

پس اس معیار کو سامنے رکھ کر جائزے کی ضرورت ہے۔

پھر اس کے بعد یہ سوال ہے کہ کیا ہمارا سال جھوٹ سے مکمل طور پر پاک ہو کر اور کامل سچائی پر قائم رہتے ہوئے گزرا ہے؟ یعنی ایسا موقع آنے پر جب سچائی کے اظہار سے اپنا نقصان ہو رہا ہو لیکن پھر بھی سچائی کو نہ چھوڑا جائے۔

... پھر یہ سوال ہے۔ کیا ہم نے اپنے آپ کو ایسی تقریبوں سے دُور رکھا ہے جن سے گندے خیالات دل میں پیدا ہو سکتے ہوں؟

... پھر سوال یہ ہے جو ہم نے اپنے آپ سے کرنا ہے کہ کیا ہم نے اپنے آپ کو ہر ظلم سے بچا کر رکھا ہے؟

... پھر سوال یہ کرنا ہے کہ کیا ہم نے ہر قسم کی خیانت سے اپنے آپ کو پاک رکھا ہے؟

... پھر ہم نے یہ سوال کرنا ہے کہ کیا ہم نے ہر قسم کے فساد سے بچنے کی کوشش کی ہے؟

... پھر سوال یہ ہے کہ کیا ہر قسم کے باغیانہ رویّے سے پرہیز کرنے والے ہم ہیں؟

پھر یہ سوال ہے کہ کیا ہم نفسانی جوشوں سے مغلوب تو نہیں ہو جاتے؟ آجکل کے زمانے میں جبکہ ہر طرف بے حیائی پھیلی ہوئی ہے ان نفسانی جوشوں سے بچنا بھی ایک جہاد ہے۔

پھر سوال یہ ہے کہ کیا ہم پانچ وقت نمازوں کا التزام کرتے رہے ہیں؟

... پھر ہم نے یہ سوال کرنا ہے کہ کیا نماز تہجد پڑھنے کی طرف ہماری توجہ رہی؟

... پھر ہم نے یہ سوال کرنا ہے کہ کیا ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کی باقاعدہ کوشش کرتے رہے ہیں یا کرتے ہیں؟

... پھر سوال ہم نے یہ کرنا ہے کہ کیا ہم باقاعدگی سے استغفار کرتے رہے ہیں؟

... پھر سوال یہ ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ کی حمد کرنے کی طرف ہماری توجہ رہی؟

پھر سوال یہ ہے کہ کیا ہم اپنوں اور غیروں سب کو کسی بھی قسم کی تکلیف پہنچانے سے گریز کرتے رہے ہیں؟ کیا ہمارے ہاتھ اور ہماری زبانیں دوسروں کو تکلیف پہنچانے سے بچی رہی ہیں؟ کیا ہم عفو اور درگذر سے کام لیتے رہے ہیں؟ کیا عاجزی اور انکساری ہمارا امتیاز رہا ہے۔ کیا خوشی غمی تنگی اور آسائش ہر حالت میں ہم خدا تعالیٰ کے ساتھ وفا کا تعلق رکھتے رہے

ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے کبھی کوئی شکوہ تو نہیں پیدا ہوا کہ میری دعائیں کیوں قبول نہیں کی گئیں یا مجھے اس تکلیف میں کیوں مبتلا کیا گیا۔ اگر یہ شکوہ ہے تو کوئی انسان مومن نہیں رہ سکتا۔

پھر سوال یہ ہے کہ کیا ہر قسم کی رسوم اور ہوا و ہوس کی باتوں سے ہم نے پوری طرح بچنے کی کوشش کی ہے؟

... پھر سوال یہ ہے کہ کیا قرآن کریم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات اور ارشادات کو ہم مکمل طور پر اختیار کرنے کی کوشش کرتے رہے ہیں؟

پھر یہ سوال ہے کہ کیا تکبر اور نخوت کو ہم نے مکمل طور پر چھوڑا ہے یا اس کے چھوڑنے کے لئے کوشش کی ہے؟ کہ شرک کے بعد سب سے بڑی بلا تکبر اور نخوت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ متکبر جنت میں داخل نہیں ہو گا اور تکبر یہ ہے کہ انسان حق کا انکار کرے۔ لوگوں کو ذلیل سمجھے۔ ان کو حقارت کی نظر سے دیکھے اور ان سے بری طرح پیش آئے۔ (صحیح مسلم کتاب الایمان باب تحریم الکبر و بیانہ حدیث 91)

پھر سوال یہ ہے کہ کیا ہم نے خوش خُلقی کے اعلیٰ معیار حاصل کرنے کی کوشش کی ہے؟ کیا ہم نے حلیمی اور مسکینی کو اپنانے کی کوشش کی ہے؟

... پھر سوال یہ ہے کہ کیا ہر دن ہمارے اندر دین میں بڑھنے اور اس کی عزت و عظمت قائم کرنے والا بنتا رہا ہے؟ دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد جو ہم اکثر دہراتے ہیں صرف کھوکھلا عہد تو نہیں رہا۔

پھر سوال یہ ہے کہ کیا اسلام کی محبت میں ہم نے اس حد تک بڑھنے کی کوشش کی ہے کہ اپنے مال پر اس کو فوقیت دی۔ اپنی عزت پر اس کو فوقیت دی۔ اور اپنی اولاد سے زیادہ اسے عزیز اور پیارا سمجھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا نے مجھے دین اسلام دے کر بھیجا ہے اور اسلام یہ ہے کہ تم اپنی پوری ذات کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دو۔ دوسرے معبودوں سے دستکش ہو جاؤ۔ نماز قائم کرو اور زکوۃ دو۔

(کنز العمال جلد 1 صفحہ 152 کتاب الایمان والاسلام من قسم الافعال، فی فصل الثانی، فی حقیقۃ الاسلام حدیث نمبر 1378 دار الکتب العلمیۃ بیروت 2004ء)

پھر ہم نے یہ سوال کرنا ہے کہ کیا ہم اللہ تعالیٰ کی مخلوق کی ہمدردی میں آگے بڑھنے کی کوشش کرنے والے ہیں یا کرتے رہے ہیں؟

پھر یہ سوال ہے کہ اپنی تمام تر استعدادوں کے ساتھ مخلوق خدا کو فائدہ پہنچانے کی کوشش کرتے رہے ہیں؟

... پھر یہ سوال ہے کہ کیا یہ دعا کرتے رہے اور اپنے بچوں کو بھی نصیحت کرتے رہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام

کی اطاعت کے معیار ہمیشہ ہم میں قائم رہیں۔ ہم ہمیشہ آپ کی اطاعت کرتے رہیں۔ اعلیٰ معیاروں کے ساتھ اور اس میں بڑھتے بھی رہیں۔

پھر یہ سوال ہے کہ کیا ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے تعلق اخوّت اور اطاعت اس حد تک بڑھایا ہے کہ باقی تمام دنیوی رشتے اس کے سامنے ہیچ ہو جائیں، معمولی سمجھے جانے لگیں۔

پھر یہ سوال ہے کہ کیا ہم خلافت احمدیہ سے وفا اور اطاعت کے تعلق میں قائم رہنے اور بڑھنے کی دعا سال کے دوران کرتے رہے؟ کیا اپنے بچوں کو خلافت احمدیہ سے وابستہ رہنے اور وفا کا تعلق رکھنے کی طرف توجہ دلاتے رہے اور اس کے لئے دعا کرتے رہے کہ ان میں یہ توجہ پیدا ہو؟

پھر سوال یہ ہے کہ کیا خلیفۂ وقت اور جماعت کے لئے باقاعدگی سے دعا کرتے رہے؟

اگر تو اکثر سوالوں کے مثبت جواب کے ساتھ یہ سال گزرا ہے تو کچھ کمزوریاں رہنے کے باوجود ہم نے بہت کچھ پایا۔ جتنے سوال مَیں نے اٹھائے ہیں اگر زیادہ جواب نفی میں ہے تو پھر قابل فکر حالت ہے۔ ہمیں اپنی حالتوں پر غور کرنا چاہیئے اور اس کا مداوا اسی طرح ہو سکتا ہے کہ ان راتوں میں یہ دعا کریں۔ آج کی رات بھی ہے اور کل آخری رات ہے۔ اور مصمّم ارادہ کریں اور ایک عہد کریں اور خاص طور پر نئے سال کے آغاز میں یہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہماری گزشتہ کوتاہیوں اور کمیوں کو معاف فرمائے اور نئے سال میں ہمیں زیادہ سے زیادہ پانے کی توفیق دے۔ ہم کھونے والے نہ ہوں اور ہم ان مومنین میں شامل ہوں جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے اپنا سب کچھ قربان کرنے کے لئے تیار رہتے ہیں۔...

اللہ تعالیٰ کرے کہ... جو عہدِ بیعت ہم نے کیا ہے اسے پورا کرنے والے ہوں۔ ہماری زندگیاں اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے گزرنے والی ہوں۔ ہم اپنی زندگیوں کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خواہش کے مطابق ڈھالتے ہوئے اپنی زندگی کا اچھا نمونہ لوگوں کے سامنے پیش کرنے والے اور ظاہر کرنے والے ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہماری کوتاہیوں سے پردہ پوشی فرماتے ہوئے ہمیں انعامات سے نوازے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت کے لئے جو کامیابیاں مقدر ہیں وہ ہمیں دکھائے۔ نیا چڑھنے والا سال برکتوں کو لے کر آئے اور دشمن کے منصوبے ناکام و نامراد ہوں جن کی منصوبہ بندی میں یہ جماعت کی مخالفت میں بڑھتے چلے جا رہے ہیں۔...“

(ماخوذ از خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز 30 جنوری 2016ء، بحوالہ الفضل انٹرنیشنل 20 جنوری 2017ء صفحہ 6 تا 8)

نادر و نایاب

خطبہ جمعہ مؤلفہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

حضرت اقدس اپنے ابتدائی زمانہ میں لدھیانہ تشریف فرما تھے بعض خدام نے عرض کیا کہ حضور ہمیں کوئی خطبہ جمعہ لکھ دیں جو ہم سنا دیا کریں حضورؑ نے یہ خطبہ لکھ دیا...(ایڈیٹر)

(رسالہ تشحیذ الاذہان، ماہ اپریل 1917ء صفحہ 1تا4)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا

تَبَارَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ

پاک ہے وہ جس نے اپنے بندے پر فرقان اتارا اور اپنا کلام نازل کیا تا دنیا کے لئے

نَذِيْرًا ۙ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَمْ يَتَّخِذْ

نذیر ہو۔ وہ پاک ذات ہے جو بادشاہ ہے آسمانوں کا اور زمین کا جس کا نہ کوئی

وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ

بیٹا ہے اور نہ کوئی اس کی بادشاہت میں شریک ہے اور وہ وہ ہے جس نے کل چیزوں کو ایک مقدار

فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا ۔ وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً لَّا يَخْلُقُوْنَ

مناسب اور اندازہ موزون کے ساتھ پیدا کیا۔ لوگوں نے اس معبود حقیقی کے سوا اور معبود بنائے ہیں جو کچھ پیدا نہیں کر سکتے

شَیْئًا وَّهُمْ یُخْلَقُوْنَ وَلَا یَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا

بلکہ خود پیدا کئے گئے ہیں۔ اور ان کو اپنی جانوں کے نفع و نقصان کا بھی کچھ اختیار نہیں

وَلَا یَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّلَا حَیٰوةً وَّلَا نُشُوْرًا۔ كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ

نہ اپنی موت و حیات اور پھر جی اٹھنے کی قدرت رکھتے ہیں۔ کل انسان موت کا مزہ چکھنے

الْمَوْتِ وَیَبْقٰی وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ۔ خَلَقَ

والے ہیں۔ ہمیشہ زندہ اور باقی رہنے والی صرف تیرے رب کی ذات ہے جو صاحب جلال اور اکرام کا ہے اس نے

الْمَوْتَ لِیُثْبِتَ اَنَّهٗ لَا حَیَّ اِلَّا هُوَ۔ وَخَلَقَ الضُّعْفَ لِیُثْبِتَ اَنَّهٗ لَا قَوِیَّ اِلَّا هُوَ

موت کو پیدا کیا تا معلوم ہو کہ ہمیشہ زندہ رہنے والا کوئی نہیں مگر وہی اور ضعف کو بنایا تا ظاہر ہو کہ قوی کوئی نہیں مگر وہی

وَخَلَقَ الْعِجْزَ لِیُثْبِتَ اَنَّهٗ لَا قَادِرَ اِلَّا هُوَ۔ سُبْحَانَهٗ مَا اَعْظَمَ شَانُهٗ۔ اَثْبَتَ

اور عجز کو بنایا تا ثابت ہو کہ قادر کوئی نہیں مگر وہی۔ عجب پاک ذات ہے اور کیا ہی بلند شان ہے اس کی۔ اس نے

حَیَاتَهٗ بِمَوْتِ غَیْرِهٖ وَاَثْبَتَ قُوَّتَهٗ بِضُعْفِ غَیْرِهٖ

دوسروں کی موت سے اپنی دائمی زندگی ثابت کی اور دوسروں کے ضعف سے اپنی قوت کا اظہار کیا۔

وَاَثْبَتَ قُدْرَتَهٗ بِعِجْزِ غَیْرِهٖ تَفَرَّدَ فِیْ ذَاتِهٖ وَصِفَاتِهٖ

اور دوسروں کے عجز سے اپنی قدرت کا ثبوت دیا وہ یگانہ ہے اپنی ذات میں اور اپنی صفات میں

وَقُوَّتِهٖ وَقُدْرَتِهٖ وَحَیَاتِهٖ لَا شَرِیْكَ لَهٗ فِیْهِمَا اَحَدٌ

اور اپنی قوت میں اور اپنی قدرت میں اور اپنی دائمی زندگی میں اور ان باتوں میں اس کا کوئی شریک نہیں

وَاِنْ کَانَ نَبِیًّا اَوْ وَلِیًّا۔ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ

خواہ کوئی نبی ہو یا ولی ہو اور درود اور سلام ہے اس کے رسول

مُحَمَّدٍ اَفْضَلِ الرُّسُلِ وَسَرَاجِ السُّبُلِ خَاتَمِ الْاَنْبِیَآءِ

محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جو سب رسولوں سے افضل ہیں اور کل بھلائی کی راہوں کے روشن چراغ ہیں خاتم الانبیاء ہیں

وَاَحَبِّ الْعِبَادِ اِلَی اللہِ تَعَالٰی اِنَّ اللہَ وَمَلٰئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ

اور کل بنی آدم سے خدا کو عزیز و محبوب ہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے ملائک اس نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود

عَلَی النَّبِیِّ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا

بھیجتے ہیں تم بھی اے ایمان والو! اپنے نبی پر محبت اور سچے دل سے درود بھیجو

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُوْنُوْا خَادِمِی الدِّیْنِ لِلّٰہِ وَصَلُّوْا خَاشِعِیْنَ

اے ایمان والو! خدا کے لئے خدا کے لئے خادم دین بن جاؤ۔ اور خشوع اور خضوع کے ساتھ نمازیں پڑھو

وَقُوْمُوْا لِلّٰہِ قَانِتِیْنَ وَلَا تَمُوْتُوْا اِلَّا وَاَنْتُمْ مُسْلِمُوْنَ۔

اور خدا کے نہایت فرمانبر دار بندے ہو جاؤ اور ہر گز نہ مرو مگر اس حال میں کہ تم مسلمان ہو (یعنی حدود اسلام سے ایک آن کے لئے بھی باہر نہ جاؤ کہ مبادا سوء خاتمہ کا موجب ہو)

اِنَّ الْمَوْتَ قَرِیْبٌ مَا نَجَا مِنْہُ نَبِیٌّ وَّلَا وَلِیٌّ۔ وَلَوْ کَانَ

بلا شبہ موت قریب ہے اور موت سے آج تک کسی نے نجات نہیں پائی موت نے نہ کسی نبی کو چھوڑا نہ کسی ولی کو۔ اگر کوئی

اَحَدٌ مِّنَ الْاَحْيَاءِ لَكَانَ نَبِيُّنَا وَسَيِّدُنَا مُحَمَّدٌ

فرد بشر موت سے نجات پاتا تو یقیناً اس کے سب سے زیادہ مستوجب اور مستحق ہمارے سید و مولیٰ محمد مصطفیٰ

الْمُصْطَفٰى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ يَا اَيُّهَا النَّاسُ لَا تَغْلُوْا

صلی اللہ علیہ وسلم تھے اے لوگو! اپنے قولوں میں حد سے نہ بڑھو

فِيْ قَوْلِكُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا اِلَّا الْحَقَّ وَلَا تَقُوْلُوْا بِعِيْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ

اور جو بات کہو حق کہو اور یہ بات ہر گز اپنے منہ سے نہ نکالو کہ عیسیٰؑ

حَيًّا بَلْ هُوَ مَاتَ وَتُوُفِّيَ وَرُفِعَ وَاُدْخِلَ

بجسدہ عنصری زندہ ہیں بلکہ وہ مر گئے اور ان کی روح پاک قبض کی گئی اور عزت کے ساتھ

فِيْ عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ الَّذِيْنَ مَاتُوْا مِنْ قَبْلِهٖ وَكَيْفَ

آسمان پر اٹھائے گئے اور وہ ان صالحین کی جماعت میں داخل کئے گئے جو ان سے پہلے اس دار فنا سے کوچ کر گئے

تُنْكِرُوْنَ بِمَوْتِ الْمَسِيْحِ وَقَدْ تَقْرَؤُوْنَ ذِكْرَ وَفَاتِهٖ

ہیں مسیحؑ کی موت کا تم کیونکر انکار کرتے ہو۔ جب کہ تم قرآن کریم میں ان کی وفات کا ذکر پڑھتے

فِي الْقُرْاٰنِ وَلَا تَكْتُمُوا الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔

ہو حق بات کو نہ چھپاؤ جب کہ تمہیں معلوم ہے

خطبہ دوم

يَاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ

اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو کہ زلزلہ قیامت ایک نہایت ہولناک گھڑی

عَظِيْمٌ۔ كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِالسَّاعَةِ وَقَدْ جَاءَ اَشْرَاطُهَا

ہے تم اس ساعت کا انکار کرتے ہو۔ حالانکہ اس کی بڑی علامتیں ظاہر ہو گئیں

وَقَدْ جَاءَ الْمَسِيْحُ الَّذِيْ بُشِّرَ لَكُمْ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكُمْ

اور بالتحقیق وہ مسیح جس کے آنے کی تمہیں بشارت دی گئی تھی تم میں آ گیا اورتمہارے رب کی

صِدْقًا وَّعَدْلًا فَاشْكُرُوا اللهَ وَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَكُوْنُوْا

بات نہایت سچائی اور عدل کے ساتھ پوری ہو گئی خدا کا شکر کرو اور مسیح موعود کی پیروی کرو

اَوَّلَ كَافِرٍ بِهٖ وَاعْلَمُوْا اَنَّكُمْ مُلَاقُوْا رَبِّكُمْ وَاَنَّكُمْ اِلَيْهِ

سب سے پہلے منکر تم ہی نہ بنو یاد رکھو خدا کے سامنے ہونا ہے اور اسی کی

رَاجِعُوْنَ۔ يَاَيُّهَا النَّاسُ لَا تَرُدُّوْا نِعْمَتَ رَبِّكُمْ وَاتَّقُوْا

طرف پھر جانا ہے اے لوگو! اپنے رب کی نعمت کو ردّ نہ کرو۔اور اس قوم کے حالات سے

مِنْ اَمْثَالِ قَوْمٍ كَانُوْا قِرَدَةً خَاسِئِيْنَ وَصَلُّوْا عَلٰى

عبرت حاصل کرو جو خدا کی ناشکری اور انکار سے ذلیل بندر بنائی گئی اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم

نَبِیِّکُمْ وَاعْدِلُوْا فِیْ کُلِّ اَمْرِکُمْ اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ

پر درود بھیجو اور کل امور میں طریق عدل اختیار کرو۔ دیکھو خدائے کریم عدل اور احسان اور ایتاء

وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآءِ ذِی الْقُرْبٰی وَیَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ

ذی القربیٰ کا حکم دیتا ہے اور فحش باتوں اور گناہ کے کاموں اور سرکشی کے طریقوں سے

وَالْبَغْیِ وَلَہُ الْحَمْدُ فِی الْاَوَّلِ وَالْاٰخِرِ فَاِلَیْہِ تَبَتَّلُوْا اَیُّھَا الْمُؤْمِنُوْنَ۔

منع فرماتا ہے۔ اوّل اور آخر سب تعریفیں اسی کو ہیں اسی کے ہو رہو اے مومنو! فقط

خدا تعالیٰ تم سے بھی پیار کرے گا

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”اللہ جلّ شانہٗ اپنے **رسول** کو فرماتا ہے کہ ان کو کہہ دے کہ میری راہ جو ہے وہی راہ سیدھی ہے سو تم اس کی پیروی کرو اور اَور راہوں پر مت چلو کہ وہ تمہیں خدا تعالیٰ سے دور ڈال دیں گی۔ ان کو کہہ دے کہ اگر تم خدا تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو آؤ میرے پیچھے پیچھے چلنا اختیار کرو۔ یعنی میرے طریق پر جو اسلام کی اعلیٰ حقیقت ہے قدم مارو تب خدا تعالیٰ تم سے بھی پیار کرے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔

ان کو کہہ دے کہ میری راہ یہ ہے کہ مجھے حکم ہوا ہے کہ اپنا تمام وجود خدا تعالیٰ کو سونپ دوں اور اپنے تئیں ربّ العالمین کے لئے خالص کر لوں یعنی اس میں فنا ہو کر جیسا کہ وہ ربّ العالمین ہے میں خادم العالمین بنوں اور ہمہ تن اسی کا اور اسی کی راہ کا ہو جاؤں۔ سو میں نے اپنا تمام وجود اور جو کچھ میرا تھا خدا تعالیٰ کا کر دیا ہے۔ اب کچھ بھی میرا نہیں جو کچھ میرا ہے وہ سب اُس کا ہے۔“

(”آئینہ کمالات اسلام“ روحانی خزائن جلد 05 صفحہ 165,164 تصنیف حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی۔ بانیٔ جماعت احمدیہ علیہ السلام)

کتب مقدسہ میں

بشارات احمد مصطفیٰ محمد مجتبیٰ رحمت عالم وعالمیان صلی اللہ علیہ وسلم

از افاضات حضرت حکیم مولوی نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ

آنحضرت ﷺ کے نام "محمدؐ" کا ذکر غزل الغزلات میں

میرا دوست نورانی، گندم گوں، ہزاروں میں سردار ہے۔ اس کا سر ہیرے کا سا چمکدار ہے۔ اس کی زلفیں مسلسل مثل کوے کے کالی ہیں۔ اس کی آنکھیں ایسی ہیں جیسے پانی کے کُنڈل پر کبوتر۔ دودھ میں دھلے ہوئے نگینے کے مانند جڑی ہیں خانے میں۔ اسکے رخسارے ایسے ہیں جیسے ٹٹی پر خوشبودار بیل چھائی ہوئی اور چکلی پر خوشبو گڑی ہوئی۔ اسکے ہونٹ پھول کی پنکھڑیاں جن سے خوشبو ٹپکتی ہے۔ اسکے ہاتھ ہیں سونے کے ڈھلے ہوئے۔ جواہر سے جڑے ہوئے۔ اس کا پیٹ جیسے ہاتھی دانت کی تختی۔ جواہر سے لپی ہوئی۔ اسکی پنڈلیاں ہیں جیسے سنگ موسیٰ کے ستون۔ سونے کے بیٹھکے پر جڑے ہوئے۔ اس کا چہرہ مانند ماہتاب کے جوان مانند صنوبر کے۔ اس کا گلا نہایت شیریں اور وہ بالکل مُحَمَّدٌ یعنی تعریف کیا گیا ہے۔ یہ ہے میرا دوست اور میرا محبوب۔ (بیٹیو یروشلم کی)

(کتاب غزل الغزلات سلیمان باب 5 آیت 10 لغایت (تا) 16)

اگرچہ اس مقام پر حضرت سلیمانؑ نے خدا کی تسبیح میں گیت گایا ہے۔ اور ایسی مناجات کی ہے مگر ضرور وہ ایک کسی بڑے شخص قابل تعظیم وادب کے آنے کے متوقع ہیں اور اس کی بشارت دیتے ہیں اور اسی کو اپنا محبوب بتاتے ہیں اور اپنے اُس محبوب کی شاعرانہ تعریف کرتے ہیں اور پھر صاف بتاتے ہیں کہ وہ میرا محبوب مُحَمَّدؐ ہے۔ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم۔

محمدؐ کے معنی تعریف کئے گئے کے ہیں۔ پس حضرت سلیمانؑ نے اپنی مناجات میں اپنے محبوب کی تعریف کرتے کرتے اس کا نام ہی لے لیا۔ کہ اگر اسکے معنی لو تو وہ بھی ایک لفظ تعریف ہے۔ ورنہ وہ صاف صاف نام ہی تو ہے۔ یہ مقام ایسا ہے جس میں صاف نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا بتادیا گیا ہے۔ مگر ہمارے خطبے کے پڑھنے والوں کے دلوں میں شبہ جاویگا کہ اگر نام بتانا تھا۔ تو محمدؐ کہا ہوتا محمدیم کیوں کہا۔

مگر یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ عبرانی زبان میں ”ی“ اور ”م“ علامت جمع کی ہے۔ اور جب کوئی بڑی قدر کا شخص اور عظیم الشان ہوتا ہے۔ تو اُس کے اسم کو بھی جمع بنالیتے ہیں۔ جیسا کہ خدا کا نام الوہ ہے۔ اس کی جمع الوھیم بنالی ہے۔ اور اسی طرح بعل جو ایک بت کا نام تھا۔ جس کو نہایت عظیم الشان سمجھتے تھے۔ اُس کی جمع بعلیم بنالی تھی۔ اور یہی قاعدہ اسم اسورث کا لگایا گیا ہے۔ جو دوسرے بت کا نام ہے۔ پس اسی طرح اس مقام پر بھی حضرت سلیمانؑ نے بسبب ذی قدر اور عظیم الشان ہونے اپنے محبوب کے اُسکے نام کو بھی صیغۂ جمع کی صورت میں بیان کیا ہے۔ اور سچ ہے کہ محمدؐ سے زیادہ کون شخص محمدیم کہلانے کا مستحق ہے۔

پس یہ ایسی بشارت ہے جس میں صاف صاف نام محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بتایا گیا ہے۔

(خطبات الاحمدیہ)

بشارت حَجّی نبی کی کہ حمد سب قوموں کا آوے گا

سب قوموں کو ہلا دونگا۔ اور حمد سب قوموں کا آویگا۔ اور اُس گھر کو بزرگی سے بھرونگا۔ کہا خداوند خلائق نے۔

(کتاب (حَجّی) نبی باب 2 آیت 7)

اس آیت میں لفظ حمدث جو آیا ہے۔ اس سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کہتے ہیں کہ ہر قسم کی پاک چیزوں کے لیے بولا جاتا ہے۔ اسی مادے سے محمد اور احمد اور حامد اور محمود ہمارے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے نام نکلے ہیں۔ اور

اس بشارت میں لفظ حمدات کے کہنے سے صاف اشارہ ہے کہ جس شخص کے مبعوث ہونے کی اس میں بشارت ہے وہ شخص ایسا ہے کہ اُس کا نام حمد کے مادے سے مشتق ہے۔ اور وہ کوئی نہیں سوائے محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے۔

عیسائی مذہب کے پادری خیال کرتے ہیں کہ یہ بشارت حضرت عیسیٰؑ کے مبعوث ہونے کی ہے۔ مگر یہ خیال دو وجہ سے صحیح نہیں۔ اوّل اس لیے کہ حضرت متی نے جس قدر بشارتیں عہد عتیق میں حضرت عیسیٰؑ کی بیان کی ہیں۔ اُن سب کو بالتفصیل آپ نے انجیل میں لکھا ہے۔ کیونکہ وہ انجیل عبرانی زبان میں یہودیوں کی ہدایت کے لئے لکھی گئی تھی۔ اور اسی سبب سے تمام بشارتیں جو توریت و انجیل و زبور و صحف انبیا میں تھیں۔ حضرت متی نے لکھی تھیں۔ مگر اس بشارت کا ذکر حضرت متی نے نہیں کیا۔ اگر یہ بشارت حضرت عیسیٰؑ سے متعلق ہوتی۔ تو ضرور حضرت متی اُس کا ذکر کرتے۔ دوسرے یہ کہ حمد کے مادے سے حضرت عیسیٰؑ کے نام پر کسی طرح اشارہ نہیں ہو سکتا۔ بلکہ یہ اشارہ خاص اسی شخص کے نام کا ہے۔ جس کا نام اسی مادے سے مشتق ہوا ہے۔ اور اسی لئے یہ بشارت حضرت عیسیٰؑ کی نہیں ہے۔ بلکہ اس کی بشارت ہے جس کی نسبت حضرت عیسیٰؑ نے بشارت دی تھی کہ يَأْتِي مِنۢ بَعْدِى ٱسْمُهُۥٓ أَحْمَدُ۔ (آویگا میرے بعد اسکا نام احمد ہے)

گاڈفری ہینگٹن نے بھی اپنی کتاب میں باستدلال قول ریورنڈ بارک ہرسٹ صاحب کے لکھا ہے کہ یہ بشارت حضرت عیسیٰ کی نہیں ہو سکتی۔ بلکہ اُس شخص کی ہے جس کے آنے کی بشارت خود حضرت عیسیٰؑ نے دی تھی۔

اِشَعْیَا (یسعیاہ) نبی کا کشف "دو سواروں کو دیکھنا"

اور ایک جوڑی سواروں کی دیکھی۔ ایک سوار گدھے کا۔ اور ایک سوار اُونٹ کا۔ اور خوب متوجہ ہوا۔
(کتاب اشعیا نبی باب 21 آیت 7)

اس آیت میں حضرت اشعیا نبیؑ نے دو شخصوں کی طرف اشارہ کیا ہے جو خدا کی سچی پرستش کو از سر نو قائم کرینگے۔ ان میں سے ایک گدھے کی سواری کے نشان سے بتلایا ہے۔ اور اس میں کچھ شبہ نہیں کہ اس سے حضرت عیسیٰؑ کی طرف اشارہ ہے۔ کیونکہ جناب ممدوح گدھے پر سوار ہو کر یروشلم بیت المقدس میں داخل ہوئے تھے۔ اور بلاشبہ حضرت عیسیٰؑ نے خدا کی سچی پرستش قائم کی اور یہودیوں نے جو مکاری اور دغابازی سے شریعت کے صرف ظاہری احکام کی ریاکاری سے پابندی اختیار کی تھی۔ اور دلی نیکی اور روحانی پاکیزگی کو بالکل چھوڑ دیا تھا۔ اس کو بتایا اور سچی پرستش خدا کی قائم کی۔

دوسرے شخص کو اونٹ کی سواری کے نشان سے بتلایا۔ اور اس میں کچھ شبہ نہیں کہ اس سے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ ہے جو عرب کی خاص سواری ہے۔ بچے سے بوڑھے تک اور عالم سے جاہل تک جس سے چاہو پوچھو۔ اونٹ کا نام لیتے ہی عرب کا اشارہ سمجھ جاویگا۔ اور جب رسولِ خدا محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم مکے میں داخل ہوئے۔ تو اونٹ پر سوار تھے اور بلاشبہ محمد رسول اللہ صل اللہ علیہ وسلم نے خدائے واحد کی پرستش قائم کی۔

حضرت عیسیٰؑ کے بعد جن لوگوں نے حضرت عیسیٰؑ کو خدا کا بیٹا مانا۔ اور تین خدا قائم کر کے پھر تین سے ایک خدا بنایا تھا۔ اور خدائے واحد کی پرستش میں خلل آگیا تھا۔ اُس کو مٹایا۔ پھر نئے سر سے خدا کی سچی پرستش قائم کی اور یوں فرمایا: يَآ اَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ۔ (اے کتاب والو آؤ ایک سیدھی بات پر ہمارے تمہارے درمیان کی کہ بندگی نہ کریں ہم مگر اللہ کی)... سورۃ آل عمران (آیت 65) ... ۔(خطبات الاحمدیہ)

(فصل الخطاب لمقدمہ اہل الکتاب از افاضات حضرت مولوی نورالدین خلیفۃ المسیح اولؓ، حصہ دوم صفحہ 284 تا 287 سن اشاعت: 1963ء)

(جاری ہے)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام محمدؐ رکھا ہے

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ نے مقام جمع کے لحاظ سے کئی نام **آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم** کے ایسے رکھ دیئے ہیں جو خاص اس کی صفتیں ہیں جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام **محمدؐ** رکھا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ نہایت تعریف کیا گیا۔ سو یہ غایت درجہ کی تعریف حقیقی طور پر خدائے تعالیٰ کی شان کے لائق ہے مگر ظلّی طور پر **آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم** کو دی گئی۔ ایسا ہی قرآن شریف میں **آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم** کا نام نور جو دنیا کو روشن کرتا ہے اور رحمت جس نے عالم کو زوال سے بچایا ہوا ہے آیا ہے اور رؤف اور رحیم جو خدائے تعالیٰ کے نام ہیں ان ناموں سے بھی **آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم** پکارے گئے ہیں۔"

("سرمہ چشم آریہ" روحانی خزائن جلد 2 صفحہ 277 حاشیہ تصنیف حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی۔ بانی جماعت احمدیہ علیہ السلام)

قرآن کریم کا درست ترجمہ و تفسیر از جماعت احمدیہ مسلمہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک مبارک منشاء کی تعمیل

(اواب سعد حیات)

امام الزمان حضرت اقدس مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی مسعود علیہ الصلوۃ والسلام و علی مطاعہ الکریم نے اکتوبر 1903ء میں ایک مجلس میں اپنے احباب کے سامنے ایک خواہش کا اظہار فرمایا کہ ایک ایسی تفسیر القرآن ہو، جو نشاندہی کرے کہ اِن مقامات پر مسلمانوں نے قرآن کریم کی آیات کو سمجھنے میں غلطی کی ہے اور غلط ترجمے کئے ہیں جس کی وجہ سے ان آیات کے حوالہ سے غیر مسلمانوں نے پھر قرآن پر اعتراض کئے ہیں۔

تفصیل اس اجمال کی یوں ہے کہ 22 اکتوبر 1903ء کو حضورؑ کے پاس قادیان میں ایک مہمان مکرم محمد عبد الحق صاحب (آسٹریلین نو مسلم) بہمراہی حضرت میاں معراج الدین عمرؓ و حضرت حکیم نور محمد صاحبؓ احمدی آئے۔ یہ لوگ عصر کے وقت قادیان پہنچ گئے جہاں قادیان کے احمدی احباب نے بڑے تپاک سے ان کا استقبال کیا۔ نماز مغرب میں یہ صاحب جماعت کے ساتھ شامل ہوئے اور بعد ادائیگی نماز حضرت میاں معراج الدین عمرؓ نے ان کو حضرت اقدسؑ سے متعارف کروایا اور ان کے مزید حالات سے اطلاع دی۔

قادیان میں اپنے قیام کے دوران مورخہ 23 اکتوبر 1903ء کو یہ مہمان حضرت حکیم مولوی نورالدین صاحبؓ کے درس القرآن سے مستفید ہوئے۔ قرآن کریم کے معانی سن کر ان کی رائے تھی کہ اس قسم کے ترجمہ کی بڑی ضرورت ہے، اکثر لوگوں نے دوسرے ترجموں سے دھوکا کھایا ہے اور ان کی خواہش تھی کہ حضورؑ کی طرف سے ایک ترجمہ القرآن شائع ہو۔

اس موقع پر اخبار بدر کے ڈائری نویس نے لکھا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:

"میرا خود بھی یہ ارادہ ہے کہ ایک ترجمہ قرآن شریف کا ہمارے سلسلہ کی طرف سے نکلے۔

محمد عبد الحق صاحب (آسٹریلین نو مسلم): اس کی ضرورت یورپین لوگوں میں مجھ سے زیادہ کوئی اور محسوس نہیں کر سکتا سب آدمی میری طرح متلاشی حق ہیں اور حق کو بہت جد وجہد سے دریافت کرنے کے بعد پھر ان غلط ترجموں کے ذریعہ سے ضلالت کی طرف جانا پڑتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام: صرف قرآن کا ترجمہ اصل میں مفید نہیں جب تک اس کے ساتھ تفسیر نہ ہو مثلاً غَيۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَيۡهِمۡ وَلَا الضَّآلِّيۡنَ۔ (الفاتحہ:7) کی نسبت کسی کو کیا سمجھ آسکتا ہے کہ اس سے مراد یہود، نصاریٰ ہیں جب تک کہ کھول کر نہ بتلایا جاوے اور پھر یہ دعا مسلمانوں کو کیوں سکھلائی گئی اس کا یہی منشا تھا کہ جیسے یہودیوں نے حضرت مسیحؑ کا انکار کر کے خدا کا غضب کمایا، ایسے ہی آخری زمانہ میں اس امت نے بھی مسیح موعود کا انکار کر کے خدا کا غضب کمانا تھا۔ اسی لیے اول ہی ان کو بطور پیشگوئی کے اطلاع دی گئی کہ سعید روحیں اس وقت غضب سے بچ سکیں۔

محمد عبد الحق صاحب: مَا قَتَلُوۡهُ وَ مَا صَلَبُوۡهُ وَ لٰكِنۡ شُبِّهَ لَهُمۡ (النساء:158) کی نسبت بیان کیا کہ عوام اہل اسلام اور بعض تفاسیر میں اس کی نسبت لکھا ہوا ہوتا ہے کہ ایک اور آدمی مسیح کی شکل کا بن گیا اسے پھانسی دی گئی اور مسیح آسمان پر چلا گیا۔ . . .

حضرت مسیح موعود علیہ السلام: اس کا سمجھنا بہت آسان ہے عام محاورہ زبان میں اگر یہ کہا جاوے کہ فلاں مصلوب ہوا یا پھانسی دیا گیا تو اس کے معنی یہی ہوتے ہیں کہ صلیب پر اس کی جان نکل گئی۔ اگر کوئی مجرم پھانسی پر لٹکایا جاوے مگر اس کی زبان نہ نکلے اور زندہ اتار لیا جاوے تو کیا اس کی نسبت پھانسی دیا گیا یا مصلوب کا لفظ بولا جاوے گا؟ ہرگز نہیں بلکہ اس کی نسبت یہ الفاظ بولنے ہی جرم ہونگے مصلوب اسے کہتے ہیں۔ کہ جس کی جان صلیب پر نکل جاوے اور جس کی جان نہ نکلے اسے مصلوب نہیں کہتے خواہ وہ صلیب پر چڑھا کر اتار لیا گیا ہو یہودی زندہ موجود ہیں ان سے دریافت کر لو کہ آیا مصلوب کے یہ معنی ہیں جو ہم کرتے ہیں یا وہ جو ہمارے مخالف کرتے ہیں پھر محاورہ زبان کو بھی دیکھنا چاہیئے۔

مَا صَلَبُوۡهُ کے ساتھ ہی مَا قَتَلُوۡهُ رکھ دیا کہ بات سمجھ میں آجاوے کہ صلیب سے مراد جان لینی تھی جو کہ نہیں لی گئی اور صلیبی قتل وقوع میں نہیں آیا۔

شُبِّهَ لَهُمۡ (النساء:158) کے معنے ہیں مشبہ بالمصلوب ہو گیا۔ اس میں اُن لوگوں کا یہ قول کہ کوئی اور آدمی مسیحؑ

کی شکل بن گیا تھا، بالکل باطل ہے، عقل بھی اسے قبول نہیں کرتی اور نہ کوئی روایت اس کے بارے میں صحیح موجود ہے۔ بھلا سوچ کر دیکھو کہ اگر کوئی اور آدمی مسیح کی شکل بن گیا تھا تو وہ دو حال سے خالی نہ ہو گا یا تو مسیح کا دوست ہو گا یا اس کا دشمن اگر دوست ہو گا تو یہ اعتراض ہے کہ جس لعنت سے خدا نے مسیحؑ کو بچانا چاہا وہ اس کے دوست کو کیوں دی؟ اس سے خدا ظالم ٹھہرتا ہے اور اگر وہ دشمن تھا تو اسے کیا ضرورت تھی۔ کہ وہ مسیح کی جگہ پھانسی ملتا اس نے دوہائی دی ہو گی اور چلایا ہو گا کہ میرے بیوی بچوں سے پوچھو۔ میرا فلاں نام ہے اور میں مسیح نہیں ہوں۔ پھر اکثر موجودہ آدمیوں کی تعداد میں سے بھی ایک آدمی کم ہو گیا ہو گا جس سے معاً پتہ لگ سکتا ہے کہ یہ شخص مسیح نہیں غرضیکہ ہر طرح سے یہ خیال باطل ہے اور شُبِّهَ لَهُمْ (النساء:158) سے مراد مشبہ بالمصلوب ہے۔

محمد عبد الحق صاحب: یہ خیال یورپ میں ایک انقلاب عظیم پیدا کرے گا کیونکہ وہاں لوگوں کو دھوکا دیا گیا ہے اور کچھ کا کچھ سمجھایا گیا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام: عام لوگ جو بیان کرتے ہیں یہ منشا قرآنِ کریم کا ہرگز نہیں ہے اور اس سے لوگوں کو دھوکا لگا ہے۔

محمد عبد الحق صاحب: اسلام کے عقائد ہم تک عیسائیوں کے ذریعہ پہنچے ہیں اور اسلام کا اصل چہرہ دیکھنے کے واسطے میں باہر نکلا ہوں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام: یہ خدا کا بڑا فضل ہے اور خوش قسمتی آپ کی ہے کہ آپ ادھر آنکلے یہ بات واقعی سچ ہے کہ جو مسلمان ہیں یہ قرآن شریف کو بالکل نہیں سمجھتے لیکن اب خدا کا ارادہ ہے کہ صحیح معنے قرآن کے ظاہر کرے خدا نے اسی لئے مجھے مامور کیا اور میں اس کے الہام اور وحی سے قرآن شریف کو سمجھتا ہوں قرآن شریف کی ایسی تعلیم ہے کہ اس پر کوئی اعتراض نہیں آسکتا اور معقولات سے ایسی پر ہے کہ ایک فلاسفر کو بھی اعتراض کا موقعہ نہیں ملتا مگر ان مسلمانوں نے قرآن کریم کو چھوڑ دیا ہے اور اپنی طرف سے ایسی ایسی باتیں بنا کر قرآن شریف کی طرف منسوب کرتے ہیں جس سے قدم قدم پر اعتراض وارد ہوتا ہے اور ایسے دعاوی اپنی طرف سے کرتے ہیں جن کا ذکر قرآن شریف میں نہیں ہے اور وہ سراسر اس کے خلاف ہیں مثلاً اب یہی واقعہ صلیب کا دیکھو کہ اس میں کس قدر افتراء سے کام لیا گیا ہے اور قرآن کریم کی مخالفت کی گئی ہے اور یہ بات عقل کے بھی خلاف ہے اور قرآن کے بھی برخلاف ہے۔

اس کے بعد حضرت اقدس نے لفظ توفی کی نسبت سمجھایا کہ اس میں اہل اسلام نے کیا ٹھوکر کھائی ہے اور بتلایا کہ

صرف مسیح کے واقعہ میں اس کے معنی اٹھا لینے کے کرتے ہیں حالانکہ اسی قرآن میں اور جہاں کہیں یہ لفظ آیا ہے اور لغت اور دوسری کتب عربیہ سب جگہ اس کا ترجمہ موت کرتے ہیں۔

محمد عبد الحق صاحب: یہ ضروری کام ہے جو کہ آپ نے اختیار کیا ہے اور اس کی ضرورت نہ صرف اہل اسلام کو ہے بلکہ عیسائیوں کو بھی بہت ہے...

حضرت مسیح موعود علیہ السلام: ... قرآن شریف کی تفسیر تو اپنے وقت پر ہو گی لیکن اگر خدا آپ کے دل میں ڈالے اور آپ یہاں آکر رہیں تو قرآن شریف کے اس حصہ کی تفسیر سر دست کر دی جاوے جن پر ہر ایک غیر مذہب نے کم فہمی سے اعتراض کئے ہیں یا اہل اسلام نے ان کے سمجھنے میں غلطی کھائی ہے اول اس کی فہرست تیار کر لی جاویگی اور وہ بہت بڑی نہ ہو گی کیونکہ ایک ہی اعتراض کو ہر ایک فرقہ نے بار بار تکرار سے بیان کیا ہے اس لیے وقتاً فوقتاً اگر اس کی حقیقت آپ کے ذہن نشین کر دی جاوے تو اس حصہ کی تفسیر ہو جاوے اور اس کے ذریعہ سے یورپ میں ہر ایک اعتراض کا جواب دیا جا سکے اور اس طرح سے جو دھوکا اہل یورپ کو لگا ہے وہ نکل جاوے گا۔"

(ملفوظات حضرت اقدس مسیح موعودؑ جلد 5 صفحہ 299 تا 303 ایڈیشن 2022ء)

اس اہم موقع پر مکرم عبد الحق صاحب اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے درمیان (خواجہ کمال الدین صاحب بی۔اے پلیڈر کی ترجمانی سے) عمومی موضوعات پر جو دیگر گفتگو ہوئی، وہ بھی یہاں درج کی جاتی ہے:

"محمد عبد الحق صاحب: میں جہاں کہیں پھرتا رہا ہوں میرا واسطہ ایسے مسلمانوں سے رہا ہے جو کہ یا تو خود انگریزی جانتے تھے اور بالمشافہ مجھ سے گفتگو کرتے تھے اور یا بذریعہ ترجمان کے ہم اپنے مطالب کا اظہار کرتے تھے میں نے ایک حدّ تک لوگوں کے خیالات سے فائدہ اُٹھایا اور بیرونی دنیا میں جو اہل اسلام ہیں ان کے کیا حالات اور خیالات ہیں۔اس کے تعارف کی آرزو رہی۔رُوحانی طور سے جو میل جول ایک کو دوسرے سے ہو سکتا ہے اس کے لیے زباندانی کی ضرورت نہیں ہے اور اس رُوحانی تعلق سے انسان ایک دوسرے سے جلد مستفید ہو سکتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام: ہمارے مذہبِ اسلام کے طریق کے موافق روحانی طریق صرف دعا اور توجہ ہے لیکن اس سے فائدہ اُٹھانے کے لیے وقت چاہیے کیونکہ جب تک ایک دوسرے کے تعلقات گاڑھے نہ ہوں اور دلی محبت کا رشتہ قائم نہ ہو جائے تب تک اس کا اثر محسوس نہیں ہوتا۔ہدایت کا طریق یہی دعا اور توجہ ہے۔ظاہری قیل و قال اور لفظوں سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

محمد عبد الحق صاحب: میری فطرت اس قسم کی واقع ہوئی ہے کہ رُوحانی اتحاد کو پسند کرتی ہے۔ میں اسی کا پیاسا ہوں اور چاہتا ہوں کہ اس سے بھر جاؤں۔ جس وقت سے میں قادیان میں داخل ہوا ہوں میں دیکھتا ہوں کہ میرا دل تسلی پا گیا ہے اور اب تک جس جس سے میری ملاقات ہوئی ہے مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس سے میرا دیرینہ تعارف ہے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام: خدا کا قانونِ قدرت ہے کہ ہر ایک رُوح ایک قالب کو چاہتی ہے جب وہ قالب تیار ہوتا ہے تو اس میں نفخِ رُوح خود بخود ہو جاتا ہے۔ آپ کے لیے یہ ضروری امر ہے کہ جو حقیقت خدا نے مجھ پر کھولی ہے اُس سے آہستہ آہستہ آگاہی پالیویں۔ عام اہلِ اسلام میں جس قدر عقائد اشاعت پائے ہوئے ہیں اُن میں بہت سی غلطیاں ہیں اور یہ غلطیاں ان میں عیسائیوں کے میل جول سے آئی ہیں، لیکن اب خدا چاہتا ہے کہ اسلام کا پاک اور منور چہرہ دنیا کو دکھلاوے رُوحانی ترقی کے لیے عقیدہ کی صفائی ضروری ہے۔ جس قدر عقیدہ صاف ہو گا اسی قدر ترقی ہو گی۔

دُعا اور توجہ کی ضرورت اس امر میں اسی لئے ہوتی ہے کہ بعض لوگ غفلت کی وجہ سے محجوب ہوتے ہیں اور بعض کو تعصب کی وجہ سے حجاب حائل ہوتا ہے اور بعض اس لیے حجاب میں رہتے ہیں کہ اہلِ حق سے اُن کو ارادت نہیں ہوتی مگر جب تک خدا دستگیری نہ کرے یہ حجاب دُور نہیں ہوتے۔ پس اس لیے توجہ اور دعا کی ضرورت ہوتی ہے کہ یہ حجاب دُور ہوں۔ جب سے یہ سلسلہ نبوت کا قائم ہے تب سے یہ اسی طرح چلا آتا ہے کہ ظاہری قیل و قال اس میں کچھ نہیں بناتی ہمیشہ توجہ اور دُعا سے لوگ مستفید ہوتے ہیں۔

دیکھو ایک زمانہ وہ تھا کہ آنحضرت ﷺ تن تنہا تھے مگر لوگ حقیقی تقویٰ کی طرف کھنچے چلے آتے تھے حالانکہ اب اس وقت لاکھوں مولوی اور واعظ موجود ہیں۔ لیکن چونکہ دیانت نہیں، وہ رُوحانیت نہیں اس لیے وہ اثر اندازی بھی اُن کے اندر نہیں ہے۔ انسان کے اندر جو زہریلا مواد ہوتا ہے وہ ظاہری قیل و قال سے دُور نہیں ہوتا۔ اس کے لیے صحبتِ صالحین اور ان کی توجہ کی ضرورت ہوتی ہے اس لیے فیض یافتہ ہونے کے لیے اُن کے ہمرنگ ہونا اور جو عقائدِ صحیحہ خدا نے اُن کو سمجھائے ہیں ان کو سمجھ لینا بہت ضروری ہے۔ جب آپ کو اس بات کا علم ہو جاوے گا کہ فلاں فلاں عقائد ہیں جس میں عام اہلِ اسلام کا اور ہمارا اختلاف ہے تو پھر آپ کی طاقت (اثر اندازی) بڑھ جاوے گی اور آپ اس رُوحانیت سے مستفید ہوں گے جس کی تلاش میں آپ ہیں۔

محمد عبد الحق صاحب: مجھے ہمیشہ اس امر کی تلاش رہی ہے کہ رُوحانی اتحاد اور اُنس کسی سے حاصل ہو اور اسی لیے میں جہاں کہیں پھرتا رہا ہوں ہمیشہ قدرتی نظاروں سے بطور تفاؤل سبق حاصل کرتا رہا ہوں۔ اسی طرح آج میں دیکھتا ہوں

کہ میرا آنا اور نئے چاند کا پیدا ہونا (آج شعبان کا چاند نظر آیا تھا) ایک ساتھ ہے۔ چاند کے ابتدائی دن چونکہ ترقی اور حصولِ کمال کے ہوتے ہیں جیسے جیسے یہ ترقی کرے گا اور کمال کو پہنچے گا ویسے ہی میں بھی ترقی اور کمال کو پہنچوں گا (بشرطیکہ قادیان میں مستقل قیام رہا) میرے وہم وگمان میں بھی یہ بات نہ تھی کہ میں آج ہی ایسے موقعہ پر یہاں وارد ہوں گا جبکہ نئے چاند کا ظہور ہو گا۔ کلکتہ میں جو خط بعض لوگوں نے مجھے دیئے اگر میں ان پر عملدر آمد کرتا تو کہیں کا کہیں ہوتا مگر یہاں آکر مجھے معلوم ہوا کہ جن لوگوں کی تلاش میں میں ہوں وہ لوگ یہی ہیں۔ رنگون میں میں نے آپ کے حالات سنے اور چند ایک تصانیف بھی دیکھی تھیں۔ مگر مجھے آپ کا پتہ معلوم نہ ہوا اور نہ یہ امید تھی کہ اس قدر جلد مَیں یہاں پہنچ جاؤں گا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام: ان باتوں سے فراست تو گواہی دیتی ہے کہ آپ ہماری شرائط کے موافق ہوں گے اور خدا چاہے تو اثر بھی قبول کر سکیں گے، لیکن یادرکھو کہ سنت اللہ یوں ہے کہ دو باتیں اگر ہوں تو انسان حصول فیض میں کامیاب ہوتا ہے ایک یہ کہ وقت خرچ کرکے صحبت میں رہے اور اس کے کلام کو سنتا رہے اور اثنائے تقریر یا تحریر میں اگر کوئی شبہ یا دغدغہ پیدا ہو تو اسے مخفی نہ رکھے بلکہ انشراحِ صدر سے اسی وقت ظاہر کرے تاکہ اسی آن میں تدارک کیا جاوے اور وہ کانٹا جو دل میں چبھا ہے نکالا جاوے تاکہ وہ اس کے ساتھ روحانی توجہ سے استفادہ حاصل کر سکے۔

ایک بات یہ کہ صبر سے صحبت میں رہے اور ہر ایک بات توجہ سے سنے اور شبہ کو مخفی نہ رکھے کیونکہ اس کا اخفاز ہر کی طرح مہلک اثر رکھتا ہے جو کہ اندر ہی اندر سرایت کرکے ہلاک کر دیتا ہے اور اکثر آدمی اس سے ہلاک ہو جاتے ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ جب آسمان سے ایک نیا انتظام ہوتا ہے تو کوئی نہ کوئی مامور آتا ہے اور چونکہ اس کا فعل یہی ہوتا ہے کہ ہر ایک فرقہ کی غلطی نکالے اس لیے سب لوگ اس کے دشمن ہو جاتے ہیں اور ہر طرح سے اذیت اور تکلیف دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ تو جب کوئی اس کے سلسلہ میں داخل ہوتا ہے تو اسے بھی یہ تمام دکھ برداشت کرنے پڑتے ہیں۔ دشمنوں کے خطرناک حملے اس پر بھی ہوتے ہیں۔ ہر ایک دوست اور اپنا بیگانہ دشمن ہو جاتا ہے اور جس جس پر اسے اُمید ہوتی ہے وہ تمام خاک میں ملتی ہے۔ ناامیدی اور مایوسی کی سخت دشوار گذار راہ میں داخل ہونا پڑتا ہے جس قدر امیدیں عزت اور آبرو اور جاہ اور منزلت کے حصول کی لوگوں سے اس نے باندھی ہوتی ہیں۔ ان سب پر پانی پھر جاتا ہے جیسا کہ دنیا کی یہ قدیمی سنت چلی آئی ہے۔ ان تمام ناامیدیوں اور مایوسیوں کے لیے تیار رہنا اور ان کا برداشت کرنا ضروری ہے۔ انسان اگر شیر دل ہو کر ان کا مقابلہ کرے تو ٹھہر سکتا ہے ورنہ دیکھا گیا ہے کہ لوگ شوق سے اس میدان میں داخل ہوتے ہیں مگر جب یہ تمام بوجھ ان پر پڑتے ہیں تو آخرکار دنیا کی طرف جھک جاتے ہیں۔ ان کا قلب اس نقصان کو جو دنیا اور

اس کے اہل سے پہنچتا ہے برداشت نہیں کر سکتا۔ اس لیے ان کا انجام ان کے اوّل سے بھی بدتر ہوتا ہے تو یہ امر ضروری ہے کہ دنیا کا لعن طعن برداشت کرکے اور ہر طرح سے ناامیدیوں کے لیے تیار ہو کر اگر داخل سلسلہ ہو تو حق کو جلد پاوے گا اور جو کچھ اُسے ابتدا میں چھوڑنا پڑے گا وہ سب آخر کار اللہ تعالیٰ اسے دیدے گا۔ ایک تخم جس کے لیے مقدر ہے کہ وہ پھل لاوے اور بڑا درخت بنے ضرور ہے کہ اول چند دن مٹی کے نیچے دبا رہے تب وہ درخت بن سکے گا۔ اس لیے صبر ضروری ہے تاکہ وہ اپنے آپ کو گرا دے پھر قدرت الٰہی اسے اٹھاوے جس سے اس کا نشوونما ہو۔ مسٹر ویب پہلی دفعہ اسی طرح ہماری طرف جھکے مگر پیچھے وہ قائم نہ رہ سکے اب وہ تمام باتوں کا اعتراف کرتے ہیں۔

محمد عبد الحق صاحب: بذریعہ خط و کتابت مسٹر ویب سے میری ملاقات ہے اور میں ان کو اُس وقت سے جانتا ہوں جبکہ وہ ہندوستان میں آئے اور ان کے حالات سے خوب واقف ہوں اور جو شرائط اپنے سلسلہ میں داخل ہونے کے آپ نے بیان کئے ہیں میں انہی کو اسلام کی شرائط خیال کرتا ہوں جو مسلمان ہو گا اس کے لیے ان تمام باتوں کا نشانہ ہونا ضروری ہے آپ کے ساتھ ملنے سے جو نقصانات مجھ کو ہو سکتے ہیں اکثر مسلمان لوگوں نے اول ہی سے مجھے ان کی اطلاع دی ہے اور باوجود اس اطلاع اور علم کے میں یہاں آیا ہوں۔

حضرت اقدس علیہ السلام: ہمارے اصولوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ہم ایک سادہ زندگی بسر کرتے ہیں وہ تمام تکلّفات جو کہ آج کل یورپ نے لوازم زندگی بنا رکھے ہیں ان سے ہماری مجلس پاک ہے۔ رسم و عادت کے ہم پابند نہیں ہیں۔ اس حد تک ہر ایک عادت کی رعایت رکھتے ہیں کہ جس کے ترک سے کسی تکلیف یا معصیت کا اندیشہ ہو باقی کھانے پینے اور نشست و برخاست میں ہم سادہ زندگی کو پسند کرتے ہیں۔

محمد عبد الحق صاحب: جب سے میں اسلام میں داخل ہوا ہوں اور روحانیت سے حصہ لیا ہے میں سادگی سے محبت کرتا ہوں اسی لیے اگر یہاں رہوں تو مجھے تکلیف نہ ہوگی۔ دنیا میں میں نے جس قدر سفر کیا ہے اس سے مجھے تجربہ ہوا ہے کہ سادہ زندگی والا اور گوشہ نشین انسان بہت آرام سے زندگی بسر کرتا ہے۔‘‘

(ملفوظات حضرت اقدس مسیح موعودؑ جلد 5 صفحہ 295 تا 299 ایڈیشن 2022ء)

آگے بڑھتے ہوئے اس ضروری عنوان کے متعلق مواد اور مثالیں پیش کرنے سے قبل اس معزز مہمان کا بھی کچھ مزید تعارف ہو جائے جو اس اہم اور اساسی خدمت اسلام کے محرک بنے، اِن صاحب نے قرآن کریم کی معنوی حفاظت اور عظمت اور دنیا بھر کی سعید روحوں کی ہدایت اور فائدہ کے اس ضروری پہلو کو نہ صرف محسوس کیا بلکہ دنیا میں ہر لحاظ سے

سب سے زیادہ موزوں مقام پر اس آخری زمانہ میں اصل خادم قرآن وجود کے سامنے بیان کرنے کی بھی سعادت پائی۔

دراصل مسلمان دنیا میں جنم لیکر ہوش کی زندگیاں گزارنے والے لوگ مغربی ممالک کے اُن باسیوں کی حرماں نصیبی کا اندازہ بھی نہیں کرسکتے ہیں جن کو ہوش سنبھالتے ہی محض دنیاداری اور زیادہ سے زیادہ تثلیث و کفارہ جیسے عقائد سے آگاہی دی جاتی ہے۔ اب اگر شدید تعصب، غیر معمولی دنیاوی برتری اور اسلام دشمنی کے ماحول میں وہ کسی تنگ و تاریک کھڑکی سے اسلام اور بانی اسلام ﷺ کے متعلق کچھ روشنی حاصل کرنا بھی چاہیں کہ اپنی داخلی روشنی کو جِلا بخش سکیں تو اُن کے سامنے اپنے مادری زبانوں میں محض وہی لٹریچر ہے جو ان کے اپنے ہی بھائی بندوں نے اپنے محدود علم اور گہرے تعصب سے مرتب کیا ہوا ہے، ایسے میں اس معزز مہمان محمد عبد الحق صاحب کا کسی ایسے ترجمہ و تفسیر کا تقاضا کرنا ان کی روشن خیالی اور حقیقت پسندی پر دال ہے۔

محمد عبد الحق صاحب کا اصل نام Charles Francis Sievwright تھا۔ آپ 1862ء کو آسٹریلیا کے شہر میلبورن میں ایک کیتھولک گھرانے میں پیدا ہوئے جبکہ آپ کے دادا کو سکاٹ لینڈ سے (Assistant Aboriginal Protector) آسٹریلیا کی قدیم اور مقامی آبادی کے محافظ کے طور پر متعین کرکے بھیجا گیا تھا۔

چارلس فرانسس سی رائٹ نے آسٹریلیا میں ہی 1896ء میں اسلام قبول کرنے کی سعادت پائی۔ تب آپ کا اسلامی نام "محمد عبد الحق" رکھا گیا۔ قبول اسلام کے بعد آپ کو مختلف اسلامی ملکوں کے سفر کا موقع ملا، اسی دوران آپ ہندوستان وارد ہوئے، اور جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا کہ آپ اپنی خوش نصیبی سے قادیان دارالامان میں بھی حاضر ہوئے اور مسیح دوراں حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کی زیارت سے شرف یاب ہوئے۔ آپ کی قادیان آمد کا ذکر ملفوظات کی جلد پنجم (ایڈیشن 2022ء) میں عنوان "ایک آسٹریلوی نو مسلم کے استفسارات کے جوابات" کے تحت محفوظ ہے۔ 22 اکتوبر 1903ء کو آپ قادیان میں موجود تھے اور آپ کا قیام دو دن تک رہا۔ 24 اکتوبر کو آپ کی قادیان سے واپسی ہوئی۔ اور پھر 1906ء میں جب آپ نیوزی لینڈ میں مقیم تھے آپ کو احمدیت قبول کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ بعد میں آپ امریکہ منتقل ہوگئے اور وہیں لاس اینجلس میں وفات پائی۔

تاریخ جماعت احمدیہ آسٹریلیا (1903ء تا 1965ء) کے صفحہ 21 پر ایک تحقیقی کتاب کے حوالے سے چارلس سی رائٹ کے قبول اسلام اور برٹش اینڈ انڈین ایمپائر لیگ کے نمائندہ کے طور پر ہندوستان سفر کرنے کا ذکر موجود ہے۔ نیز چارلس سی رائٹ کے صوبہ نارتھ کوئینز لینڈ میں وقت گزارنے اور ایک ناول لکھنے کا بھی ذکر ہے جو ان کی زندگی میں

غیر مطبوعہ رہا۔

محمد عبدالحق صاحب کے سفر قادیان اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام سے ملاقات کی یادوں کو شکاگو امریکہ سے شائع ہونے والے رسالہ مسلم سن رائز نے اپنے اکتوبر 1922ء کے شمارہ کے صفحہ 144 پر جگہ دی، جس میں بتاتے ہیں کہ

This meeting with GHULAM AHMAD in Qadian in the year 1903 was a wonderful proof of the truths of Islam…On the 22nd October 1903, I was at Qadian and received the hospitality of the entire community…Nothing astonished me more, among all the extraordinary incidents during my missionary travels, than the finding of myself in that sacred place and face to face with its Messiah.

مفہوماً ترجمہ: 1903ء میں قادیان میں حضرت مرزا غلام احمدؑ سے ملاقات اسلام کی صداقت کا ایک حیرت انگیز نشان تھی۔ 22 اکتوبر 1903ء کو میں قادیان میں تھا اور ساری جماعت کی طرف سے مہمان نوازی پائی...میرے مشنری سفروں کے غیر معمولی واقعات میں سے کسی نے مجھے اتنا ورطہ حیرت میں نہیں ڈالا جتنا کہ اپنے آپ کو اس مقدس مقام میں اس کے مسیحؑ کے روبرو پانے میں۔

ان کے سفر قادیان کے متعلق سلسلے کے لٹریچر میں اخبار بدر کے ایڈیٹر صاحب نے بہت عمدہ رپورٹنگ کی ہے۔ مثلاً علاوہ دیگر امور کے یہ بھی لکھا کہ یہ ایک صاحب ہیں جو کہ آسٹریلیا سے آئے ہیں۔ 7 سال سے مشرف باسلام ہیں اخبارات میں بھی آپ کا چرچا رہا ہے۔ آسٹریلیا سے یہ لنڈن گئے اور وہاں سفیر روم سے انہوں نے ارادہ ظاہر کیا کہ اسلامی علوم سے واقفیت حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ سفیر روم نے ان کو کہا کہ تم قاہرہ (دارالسلطنت) مصر میں جاؤ مگر تاہم مشورہ کے طور پر لارڈ سٹینلے نے ان کو مشورہ دیا کہ تمہارا یہ مدعا بمبئی میں حاصل ہو گا یہ وہاں پھرتے ہوئے کلکتہ آئے۔ راستہ میں ایک رؤیا دیکھی۔ اور اس جگہ سے لاہور آئے جہاں پر انہوں نے حضورؑ کا تذکرہ سنا۔ اب زیارت کے لیے یہاں حاضر ہوئے۔

قرآن کریم کا درست ترجمہ وتفسیر از جماعت احمدیہ مسلمہ

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی پیش کردہ آسمانی روشنی کی مدد سے جماعت احمدیہ کی طرف سے خدمت قرآن کا اہم ترین فریضہ گزشتہ ایک صدی سے زائد عرصہ سے جاری ہے۔ اس زیر نظر پیشکش میں تفسیر حضرت مسیح موعودؑ

(مطبوعہ روحانی خزائن، ملفوظات، مکتوبات، مجموعہ اشتہارات وغیرہ) کے ساتھ ساتھ حضرت حکیم مولوی نورالدین صاحب کے اردو ترجمہ قرآن مع حواشی (مرتبہ میر محمد سعید صاحب حیدرآبادی) حقائق الفرقان۔ تفسیر صغیر و تفسیر کبیر، انوار العلوم، خطبات محمود۔ انوارالقرآن حضرت حافظ مرزا ناصر احمد خلیفہ المسیح الثالثؒ (خطبات و خطابات سے ماخوذ تفسیری نکات)۔ اردو ترجمہ القرآن از حضرت مرزا طاہر احمد خلیفہ المسیح الرابعؒ اور خطبات مسرور سے مواد پیش کیا جائے گا جبکہ جماعت احمدیہ سے باہر مواد کے انتخاب میں متفرق ادوار کی محض چند جھلکیوں پر اکتفا کیا جائے گا کیونکہ محض اردو تراجم اور تفاسیر کی درجنوں مثالیں عام میسر ہیں۔

گزشتہ چند صدیوں کی تاریخ بتاتی ہے کہ مسلمان علماء دین نے خدمت قرآن کی نیت سے بہت سے معاون علوم (علم الصرف، نحو، حدیث، فقہ، تاریخ، کلام، تجوید، منطق وغیرہ) پر برس ہا برس کی سخت محنت کر کے بنیادی دسترس حاصل کی اور بہت ہی محنت اور محبت سے افراد امت کی آسانی کے لئے اردو یا دیگر زبانوں میں تراجم تیار کر کے مہیا کرنے کا اہم دینی فریضہ نبھایا، اوران علماء کی اکثریت بلاشبہ دنیاوی علوم سے تو مالامال تھی مگر یہ لوگ اس آسمانی روشنی سے کماحقہ منورنہ تھے جو اس آخری زمانہ میں مسیح موعود کی بعثت کے ساتھ مقدر تھی۔ نیز ان مترجمین و مفسرین کو ان جدید اعتراضات اور نت نئے مسائل سے بھی واسطہ نہ تھا، اس لئے ان کی کوششوں کا بڑا حصہ اپنے معاصر مسلمان بھائیوں کی دینی ضرورتوں کی تکمیل تک محدود رہا۔ ذیل میں بعض مسلمان مترجمین و مفسرین کی کتب کے حوالے پیش کئے جائیں گے جو حاشاوکلا کسی خادم قرآن کی معمولی سی تنقیص یا تخفیف کا رنگ نہیں رکھتے، یہ تو محض عمومی مثالیں ہیں جن سے اِس آخری زمانہ میں مسیح موعود کی بعثت کی ضرورت بھی اجاگر ہوتی ہے اور دوسرا اہم مقصد حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی شاندار دینی کارناموں سے بھی آگہی فراہم کرنا ہے۔

اسی طرح اگر کسی مترجم نے خوش نصیبی سے قرآن کریم کی بعض مشکل آیات کا چند جگہ کماحقہ درست اور محفوظ ترجمہ کیا بھی ہے تو اپنی اسی تالیف میں وہ کسی دوسری جگہ چوک بھی گئے ہیں۔ اس لئے بطور مثال کسی ایک مترجم و مفسر کو پیش نہیں کیا جاسکتا جس نے قرآن فہمی کے اُسی معیار کو اپنے تمام ترجمہ میں قائم رکھا ہو جو امام آخر الزمان حضرت مسیح موعود و مہدی مسعود علیہ السلام اور آپ کی جماعت کے لئے مقدر تھا۔

جماعت احمدیہ کی طرف سے پیش کئے گئے قرآن کریم کے درست ترجمہ و تفسیر کے سلسلہ میں قرآن کریم کے چند حصوں کو دیکھتے ہیں جہاں درست ترجمہ نہ کرنے سے، یا قرآن کریم کے اصل عربی الفاظ پر کماحقہ غور نہ کرنے، اور

قرآن فہمی کے اصولوں پر عمل نہ کرنے سے غیر مذہب والوں کو اعتراض کا موقع ملا۔

(1) ہم سب آگاہ ہیں کہ قرآن کریم کے الفاظ اپنے معانی اور مطالب میں بہت ہی وسیع اور کئی بطون کے حامل ہیں۔ مثلاً سورۃ النساء کی آیت 105 کے الفاظ ”وَلَا تَهِنُوْا فِي ابْتِغَآءِ الْقَوْمِ“ کا سیاق و سباق کے مطابق عام طور پر یہی ترجمہ کیا جاتا ہے کہ اور تم مخالف قوم کا پیچھا کرنے میں کمزوری نہ دکھاؤ۔ لیکن حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی معرکۃ آلاراء تصنیف ”اسلامی اصول کی فلاسفی“ میں ہمدردی خلق کا مضمون واضح کرتے ہوئے یہی آیت کا ٹکڑا درج کر کے اس کا مفہوم یوں سمجھایا ہے:

”اور قوم کی ہمدردی میں سرگرم رہو۔ تھکو مت۔“

(”اسلامی اصول کی فلاسفی“ روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 363 تصنیف حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی۔ مسیح موعود و مہدیٔ معہود علیہ السلام)

(2) اس پیش کش کے موضوع کی توضیح کے لئے ایک مثال ہے کہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم کی سورۃ البقرہ کی آیت 16 میں فرماتا ہے:

اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ

اس کا ترجمہ جماعت احمدیہ کے دوسرے امام حضرت مصلح موعودؓ نے کیا ہے:

”اللہ انہیں ان کی ہنسی کی سزا دے گا۔“

اس مضمون کو لکھتے وقت خاکسار کے سامنے مختلف ادوار کے لگ بھگ 40,30 مختلف تراجم ہیں جن سے عیاں ہوتا ہے کہ معروف اردو مترجمین نے محض عدم توجہ سے بعض ایسے ترجمے کئے ہیں جو شایاں شان ہی نہ تھے۔ مثلاً مولانا اشرف علی صاحب تھانوی[1] لکھتے ہیں: ”اللہ تعالیٰ استہزا کر رہے ہیں ان کے ساتھ۔“

مولوی ابو الاعلیٰ مودودی صاحب[2] کا ترجمہ ہے کہ ”اللہ ان سے مذاق کر رہا ہے۔“

عصر حاضر کے معروف ”ترجمہ مدنی“ والے مولوی محمد اسحاق مدنی صاحب[3] لکھتے ہیں کہ ”حالانکہ مذاق (حقیقت

[1] مولانا اشرف علی تھانوی (1863ء-1943ء) ایک بھارتی دیوبندی حنفی عالم، صوفی، چشتی مرشد اور بیان القرآن اور بہشتی زیور جیسی کئی کتابوں کے مصنف تھے۔

[2] سید ابو الاعلیٰ مودودی (1903ء-1979ء) مشہور عالم دین اور مفسر قرآن اور جماعت اسلامی کے بانی تھے۔ بیسوی صدی کے موثر ترین اسلامی مفکرین میں سے ایک تھے۔

[3] مولانا محمد اسحاق مدنی (1933ء– 2013ء) پاکستان کے ایک معروف محقق عالم دین، محدث اور ماہر علم اسماء الرجال تھے۔

میں) اللہ کی طرف سے خود ان کا اڑایا جارہا ہے۔"

"ترجمہ آسان" والے مولوی تقی عثمانی صاحب کے مطابق اس حصہ کا ترجمہ ہے کہ

"اللہ ان سے مذاق (کا معاملہ) کرتا ہے"

عبد الماجد دریا آبادی صاحب(1892ء-1977ء ہندوستان کے ایک اردو ادیب، محقق اور مفسر قرآن تھے) نے اردو محاورہ کا سہارا لیتے ہوئے اس حصہ کا ترجمہ کیا ہے کہ

"انہیں اللہ بنا رہا ہے"

مولوی حنیف ندوی صاحب [1] نے تو زبان دانی اور الفاظ کے انتخاب میں بالکل ہی حدّ کر دی ہے کہ

"خدا ان سے ٹھٹھا کرتا"

محض ترجمہ پر اکتفانہ کرتے ہوئے اردو تفاسیر میں ایسی باتیں داخل کی گئی ہیں جو شایان شان نہیں ہیں مثلاً اس آیت کے متعلق تفسیر معارف القرآن از مولوی عبد القیوم قاسمی میں ہے کہ

"اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ حقیقی طور پر استہزاء فرمائیں گے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قیامت کے دن منافقین دوزخ کے گڑھے میں پہنچ جائیں گے۔ تو جنت کا دروازہ کھول دیا جائے گا گویا کہ انہیں جنت میں جانے کی اجازت مل گئی۔ جنتی ان منافقوں کی طرف دیکھیں گے تو کہیں گے کہ واقعی انہیں جنت میں داخلے کی اجازت مل گئی ہے چنانچہ وہ دوڑ کر دروازے پر پہنچیں گے مگر اتنے میں دروازے بند ہو جائیں گے یہ حقیقی طور پر ان سے استہزاء ہو گا۔"

(معالم التنزیل:ص24،ج1،ابو سعود ص:57: ج: 1: خازن: ص:30: ج:1)

(معارف القرآن فی تفسیر القرآن۔ تفسیر مولانا عبد القیوم قاسمی صاحب جلد1 صفحہ45 زیر آیت سورۃ البقرۃ آیت15، القاسمی اکیڈمی کراچی)

(3)　عورت کی آدھی گواہی!!

ایک عورت کی آدھی گواہی کے متعلق غیر مسلم اور زمانہ حال کے مغربی مصنفین بہت زیادہ اعتراض کرتے ہیں حالانکہ متعلقہ آیت کا متن ہی اس غلط خیال کی نفی کر رہا ہے۔

[1] مولانا محمد حنیف ندوی(1908ء-1987ء) پاکستان سے تعلق رکھنے والے عالم اسلام کے نامور عالم دین، محقق، مفسرِ قرآن، فلسفی اور مترجم تھے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ ۚ فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّ امْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى۔(البقرۃ: 283)

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز مزید وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

”عورت کی گواہی کے متعلق یہ تصور درست نہیں کہ اس کی گواہی آدھی ہے۔ ایسے امور جن کا روز مرہ کے معاملات میں عورتوں سے تعلق نہیں ہوتا اگر ان میں مجبوراً عورت کی گواہی لینی پڑ جائے تو قرآن کریم نے ہدایت فرمائی ہے کہ گواہی دینے والی عورت کے ساتھ ایک دوسری عورت کو بھی شامل کر لیا جائے (چونکہ ان معاملات کا تعلق عورتوں سے نہیں ہے لہٰذا) اگر گواہی دینے والی عورت کسی وجہ سے بات بھول جائے تو دوسری عورت اسے یاد کروادے۔ ورنہ گواہی اس اکیلی عورت ہی کی شمار ہو گی۔“

(از بنیادی مسائل کے جوابات، الفضل انٹرنیشنل لندن 7 مئی 2021ء صفحہ 11)

قارئین کرام کے لئے اس سیریز میں مذکورہ بالا عنوان کے تحت غلطی ہائے مضامین پر گاہے گاہے جماعت احمدیہ کے آئمہ کے پیش کردہ تفسیری مواد سے کچھ مواد پیش کیا جائے گا جو **حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے مبارک منشاء کے عین مطابق بیک وقت مسلمانوں اور غیر مسلموں کے لئے مفید ہو گا۔** ان شاء اللہ

(جاری ہے)

فضائل قرآن

جمال وحُسنِ قرآں نورِ جانِ ہر مُسلماں ہے
قمر ہے چاند اَوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے

نظیر اُس کی نہیں جمتی نظر میں فکر کر دیکھا
بھلا کیوں کر نہ ہو یکتا کلام پاک رحماں ہے

بہارِ جاوداں پیدا ہے اُس کی ہر عبارت میں
نہ وہ خوبی چمن میں ہے نہ اُس سا کوئی بُستاں ہے

کلام پاک یَزداں کا کوئی ثانی نہیں ہرگز
اگر لُولُوئے عمّاں ہے وگر لعلِ بدخشاں ہے

(دُرِّثمین، حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود بانیٔ جماعت احمدیہ کا پُر معارف اُردو منظوم کلام صفحہ 5)

حضرت مسیح ناصریؑ کی کتاب مقدس مروجہ اناجیل نہیں

بلکہ توراۃ اور کتب انبیاء ہیں

(ایم۔ناصر)

مسیحی چرچ اور نجی ادارے بائبل کو لاکھوں کی تعداد میں چھاپتے اور اس کی اشاعت کرتے ہیں اور اس میں توریت اور کتب انبیاء بھی چھاپتے ہیں۔ اور چار اناجیل (مع متعدد خطوط کے) بھی چھاپتے ہیں۔ مگر عملاً ان کا سارازور چار اناجیل اور اس کے ساتھ وابستہ تحریرات پر ہوتا ہے۔ توریت اور کتب انبیاء کو انہوں نے پرانا عہد نامہ کا نام دیا ہوا ہے اور اس کو ناواجب العمل کہتے ہیں، اور نہ توریت کے سینکڑوں احکامات پر عمل کرتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ یسوع مسیح کے لئے کتاب مقدس توریت اور کتب انبیاء ہی تھے۔ جہاں تک نئے عہد نامہ کا تعلق ہے اس کے متعلق یہ اچھی طرح مد نظر رکھیں کہ:

(1) نیا عہد نامہ حضرت مسیح ناصری نے نہیں لکھا۔

(2) نہ انہوں نے کبھی پڑھا۔

(3) نہ انہوں نے کبھی دیکھا۔

(4) نہ ان کی اجازت سے لکھا گیا۔

(5) نہ ان کے کہنے پر لکھا گیا۔

(6) نہ انہوں نے کبھی اس کو پیشگوئی کے طور پر کتاب مقدس کہا۔

(7) نئے عہد نامہ کی کتابیں اس وقت لکھی گئیں جب بقول چرچ کے یسوع ناصری صلیب کے بعد آسمان پر جا چکے تھے۔

(8) ان کے بعد یہ جن لوگوں نے لکھا انہوں نے بھی کبھی اس کو مقدس کتاب کے طور پر نہیں لکھا۔

(9) چار اناجیل میں نئے آنے والوں کے لئے یسوع ناصری کے حالات زندگی لکھے گئے۔

(10) ان چاروں اناجیل میں متعدد اختلاف، تناقض اور تضاد ہیں۔

(11) یہ اناجیل اس شکل میں محفوظ بھی نہیں جس شکل میں پہلے لکھنے والوں نے لکھی تھیں۔

(12) ان اناجیل میں بیسیوں بلکہ سینکڑوں تبدیلیاں دانستہ اور نادانستہ کی گئی ہیں۔

(13) بہت سی تبدیلیاں اپنے مذہبی عقیدہ کو ثابت کرنے اور اپنے سے مختلف عیسائیوں کے عقائد کو ردّ کرنے کے لئے کی گئی تھیں۔

(14) ان چار اناجیل کے علاوہ بیسیوں اور کتابیں بھی لکھی گئیں۔

(15) ان میں سے کسی کو بھی کتاب مقدس کا درجہ حاصل نہیں تھا۔

(16) آہستہ آہستہ عیسائیوں نے جب توریت اور کتب انبیاء میں بیان عقائد سے تبدیلی کی (مثلاً توحید کے بجائے تثلیث کا عقیدہ اختیار کیا، شریعت پر عمل ترک کر کے مسیح کی صلیبی موت کو ذریعہ نجات قرار دیا) تو انہوں نے توریت اور کتب انبیاء سے الگ اپنے لئے کتاب کی ضرورت سمجھی۔

(17) انہوں نے بہت ساری کتابوں میں سے چند کتابیں کتاب مقدس قرار دینے کے لئے انتخاب کیں۔

(18) اس انتخاب کے وقت سخت اختلاف، بحث و مباحثہ ہوا آخر چوتھی صدی میں ان کتابوں کا انتخاب ہوا جو اب نئے عہد نامہ میں شامل ہیں۔

گویا **نیا عہد نامہ نہ خدا کا کلام ہے** بلکہ انسانی کلام ہے **نہ بطور کتاب مقدس لکھا گیا**۔ انسانوں نے یہ کتابیں لکھیں۔ انسانی کتابوں کی طرح ان میں تضادات اور غلطیاں ہیں۔ انسانی کتابوں کی طرح ان میں تحریف کی ہے اور انسانوں نے ہی ان کو کتاب مقدس اور کلام اللہ قرار دیا۔ ورنہ **حضرت مسیح ناصریؑ کی کتاب مقدس توریت اور صحف انبیاء میں سے ہے جس کا بار بار ثبوت ان کے اقوال میں ملتا ہے۔**

(1) متی کی انجیل باب 1 آیت 22،23 میں لکھا ہے کہ:

”یہ سب کچھ اس لئے ہوا کہ جو خداوند نے نبی کی معرفت کہا تھا وہ پورا ہو کہ دیکھو ایک کنواری حاملہ ہوگی اور بیٹا

جنے گی اور اس کا نام عمانوایل رکھیں گے۔"

یہ حوالہ یسعیاہ باب 7 کا ہے۔

(2) متی باب 2 آیت 5، 6 میں لکھا ہے کہ:

"کیونکہ نبی کی معرفت یوں لکھا گیا ہے کہ اے بیت لحم یہوداہ کے علاقے تو

یہوداہ کے حاکموں میں ہرگز سب سے چھوٹا نہیں۔

کیونکہ تجھ میں سے ایک سردار نکلے گا

جو میری امت اسرائیل کی گلہ بانی کرے گا۔"

یہ حوالہ میکاہ باب 5 کا ہے۔

(3) متی باب 2 آیت 15 میں لکھا ہے کہ:

"جو خداوند نے نبی کی معرفت کہا تھا وہ پورا ہو کہ مصر میں سے میں نے اپنے بیٹے کو بلایا۔"

یہ حوالہ ہوسیع باب 11 سے ماخوذ ہے۔

(4) متی باب 2 آیت 17، 18 میں لکھا ہے کہ:

"اس وقت وہ بات پوری ہوئی جو یرمیاہ نبی کی معرفت کہی گئی تھی کہ

رامہ میں آواز سنائی دی۔ رونا اور بڑا ماتم۔

راخل اپنے بچوں کو رو رہی ہے۔

اور تسلی قبول نہیں کرتی اس لئے کہ وہ نہیں ہیں۔"

یہ حوالہ یرمیاہ باب 31 سے ماخوذ ہے۔

(5) متی باب 2 آیت 23 میں لکھا ہے کہ:

"(یوسف) ناصرۃ نام ایک شہر میں جا بسا تاکہ جو نبیوں کی معرفت کہا گیا تھا وہ پورا ہو کہ وہ ناصری کہلائے گا۔"

نبیوں سے مراد پرانا عہد نامہ کے انبیاء ہیں۔

(6) متی باب 3 آیت 3 میں لکھا ہے کہ:

"بیابان میں پکارنے والے کی آواز آتی ہے کہ

خداوند کی راہ تیار کرو۔ اس کے راستے سیدھے بناؤ۔"

یہ حوالہ یسعیاہ باب 40 سے لیا گیا ہے۔

(7) متی باب 4 آیت 4 میں لکھا ہے کہ:

(یسوع نے) "جواب میں کہا لکھا ہے کہ آدمی صرف روٹی ہی سے جیتا نہ رہے گا بلکہ ہر بات سے جو خدا کے منہ سے نکلتی ہے۔"

یہ حوالہ استثنا باب 8 کا ہے۔

(8) متی باب 4 آیت 7 میں لکھا ہے کہ:

"تو خداوند اپنے خدا کی آزمایش نہ کر۔"

یہ حوالہ یسعیاہ باب 7 کا ہے۔

(9) متی باب 4 آیت 10 میں لکھا ہے کہ:

"تو خداوند اپنے خدا کو سجدہ کر اور صرف اسی کی عبادت کر۔"

یہ حوالہ سموئیل باب 7 سے ماخوذ ہے۔

(10) متی باب 4 آیت 15 تا 17 میں لکھا ہے کہ:

"زبولون کا علاقہ اور نفتالی کا علاقہ

دریا کی راہ یردن کے پار غیر قوموں کی گلیل۔...

یہ حوالہ یسعیاہ باب 9 سے ماخوذ ہے۔

(11) متی باب 5 میں ذکر ہے:

"تم سن چکے ہو کہ اگلوں سے کہا گیا تھا کہ خون نہ کرنا

زنا نہ کرنا

جھوٹی قسم نہ کھانا

اپنے پڑوسی سے محبت رکھ۔

جیسا کہ اگلوں سے کہا گیا تھا کے فقرہ سے ظاہر ہے کہ فقرات پرانے عہد نامہ (احکامات عشرہ) استثنا باب 6,5 کے ہیں۔

(12) متی باب 6 میں ایک دعا سکھائی گئی ہے اس کا آخری فقرہ آیت 13 یہ ہے:

”[کیونکہ بادشاہی اور قدرت اور جلال ہمیشہ تیرے ہی ہیں۔]“

اس فقرہ کو انگریزی بائبل میں حذف کر دیا گیا ہے اور اردو ترجمہ میں اس کے گرد بریکٹ ڈال دی گئی ہے کیونکہ خیال کیا جاتا ہے کہ دراصل یہ فقرہ پرانے عہد نامہ کا ہے۔

(13) نئے عہد نامہ کی اخلاقی تعلیم پر بہت ناز کیا جاتا ہے خصوصاً اس فقرہ پر کہ:

”پس جو کچھ تم چاہتے ہو کہ لوگ تمہارے ساتھ کریں وہی تم بھی ان کے ساتھ کرو۔“

(متی باب 7 آیت 12)

حالانکہ یہ ساری تعلیم اور یہ فقرہ پرانے عہد نامہ سے ماخوذ ہے کیونکہ اس فقرہ کے معاً بعد لکھا ہے۔

”کیونکہ توریت اور نبیوں کی تعلیم یہی ہے۔“

(14) متی باب 8 آیت 4 میں وضاحت سے اس کوڑھی کو جس کو یسوع ناصری نے معجزانہ طور پر شفا دی یہ لکھا ہے:

”جا کر اپنے تئیں کاہن کو دکھا اور جو نذر موسیٰ نے مقرر کی ہے اسے گزران تا کہ ان کے لئے گواہی ہو۔“

گویا پرانے عہد نامہ کے احکامات پر عمل لازمی ہے۔

(15) متی باب 8 آیت 16، 17 میں لکھا ہے کہ:

”اس نے روحوں کو زبان ہی سے کہہ کر نکال دیا اور سب بیماروں کو اچھا کر دیا۔ تا کہ جو یسعیاہ نبی کی معرفت کہا گیا تھا وہ پورا ہو۔“

گویا یہ بھی پرانے عہد نامہ کی کتاب یسعیاہ باب 53 سے ماخوذ ہے۔

(16) متی باب 9 آیت 13 میں لکھا ہے کہ:

”میں قربانی نہیں بلکہ رحم پسند کرتا ہوں“

یہ ہوسیع باب 6 سے ماخوذ ہے۔

(17) متی باب 11 آیت 10 میں لکھا ہے کہ:

"یہ وہی ہے جس کی بابت لکھا ہے کہ دیکھ میں اپنا پیغمبر تیرے آگے بھیجتا ہوں جو تیری راہ تیرے آگے تیار کرے گا۔"

یہ ملاکی باب 3 سے اخذ کیا گیا ہے۔

(18) متی باب 12 میں یسوع نے اپنے حواریوں کے ایک کام پر جب یہودیوں نے اعتراض کیا تو اس کا جو جواب یسوع نے دیا وہ پرانے عہد نامہ سے ماخوذ ہے یسوع نے کہا کیا

"تم نے توریت میں نہیں پڑھا کہ کاہن سبت کے دن ہیکل میں سبت کی بے حرمتی کرتے ہیں اور بے قصور رہتے ہیں؟"

جیسا کہ لکھا ہے "کیا تم نے توریت میں نہیں پڑھا" یہ مضمون توریت سے ماخوذ ہے۔

(19) متی باب 12 میں آیات 18 تا 20 لکھی گئیں ہیں اور اس سے پہلے لکھا ہے:

"تاکہ جو یسعیاہ نبی کی معرفت کہا گیا تھا وہ پورا ہو"

(20) متی باب 12 آیت 39 میں لکھا ہے:

(یسوع نے کہا) "لوگ نشان طلب کرتے ہیں مگر یوناہ نبی کے نشان کے سوا کوئی اور نشان ان کو نہ دیا جائے گا۔"

یوناہ نبی کا نشان کیا تھا؟ اس کی تفصیل نئے عہد نامہ میں نہیں ہے صرف پرانے عہد نامہ یوناہ باب 1 میں ہے۔

(21) متی باب 13 آیت 14 تا 17 میں ایک لمبی عبارت ہے۔ یہ عبارت ساری کی ساری یسعیاہ باب 6 سے لی گئی ہے۔

(22) متی باب 13 آیت 35,34 میں لکھا ہے:

"یہ سب باتیں یسوع نے بھیڑ سے تمثیلوں میں کہیں اور بغیر تمثیل کے وہ ان سے کچھ نہ کہتا تھا۔ تاکہ جو نبی کی معرفت کہا گیا تھا وہ پورا ہو کہ میں تمثیلوں میں اپنا منہ کھولوں گا۔"

یہ زبور باب 78 کی تعمیل ہے۔

(23) متی باب 15 آیت 4 میں لکھا ہے:

"جو باپ یا ماں کو بُرا کہے وہ ضرور جان سے مارا جائے۔"

یہ خروج باب 21 سے ماخوذ ہے۔

(24) متی باب 15 آیت 9,8 میں لکھا ہے:

"یہ امت زبان سے تو میری عزت کرتی ہے مگر اس کا دل مجھ سے دور ہے۔ اور یہ بے فائدہ میری پرستش کرتے

ہیں کیونکہ انسانی احکام کی تعلیم دیتے ہیں۔"

یہ یسعیاہ باب 29 سے ماخوذ ہے۔

(25) متی باب 19 آیت 16 تا 19 میں ہے کہ:

"ایک شخص نے (یسوع سے پوچھا کہ) میں کونسی نیکی کروں...(انہوں نے جواب دیا) اگر تو زندگی میں داخل ہونا چاہتا ہے تو حکموں پر عمل کر۔ اس نے کہا کون سے حکموں پر؟ یسوع نے کہا یہ کہ خون نہ کر۔ زنا نہ کر۔ چوری نہ کر۔ جھوٹی گواہی نہ دے۔ اپنے باپ کی اور ماں کی عزت کر اور اپنے پڑوسی سے اپنی مانند محبت رکھ۔"

یہ تمام احکامات عشرہ ہیں جو پرانے عہد نامہ میں دیئے گئے ہیں۔ کفارہ، تثلیث وغیرہ کا ان میں کوئی ذکر نہیں۔

(26) متی باب 21 آیت 5 میں ایک پیشگوئی درج ہے:

"صِیُّون کی بیٹی سے کہو کہ دیکھ تیرا بادشاہ تیرے پاس آتا ہے۔ وہ حلیم ہے اور گدھے پر سوار ہے بلکہ لادو کے بچے پر۔"

یہ زکریا باب 9 سے ماخوذ ہے۔

(27) متی باب 21 آیت 13 میں لکھا ہے کہ:

"لکھا ہے کہ میرا گھر دعا کا گھر کہلائے گا مگر تم اسے ڈاکوؤں کی کھوہ بناتے ہو۔"

یہ یسعیاہ باب 56 سے ماخوذ ہے۔

(28) متی باب 21 آیت 42 میں لکھا ہے کہ:

"یسوع نے ان سے کہا کیا تم نے کتاب مقدس میں کبھی نہیں پڑھا کہ
جس پتھر کو معماروں نے رد کیا۔ وہی کونے کے سرے کا پتھر ہو گیا۔
یہ خداوند کی طرف سے ہوا۔ اور ہماری نظر میں عجیب ہے؟"

یہ حوالہ زبور باب 118 سے ماخوذ ہے۔ متی کے مذکورہ بالا باب میں حضرت مسیح ناصریؑ اُس کتاب کو کتاب مقدس قرار دیتے ہیں جس کو پرانا عہد نامہ کہا جاتا ہے۔

(29) متی باب 22 آیت 29 میں یسوع نے صدوقی فرقہ کے ایک سوال پر جواب میں کہا۔

"تم گمراہ ہو اس لئے کہ نہ کتاب مقدس کو جانتے ہو نہ خدا کی قدرت کو۔"

<u>یہاں یسوع نے واضح طور پر اس کتاب کو جس کو چرچ پرانا عہد نامہ قرار دیتا ہے کتاب مقدس قرار دیا ہے۔</u>

(30)　متی باب 22 آیت 35 تا 40 میں لکھا ہے ایک عالم شرع نے یسوع ناصری سے پوچھا:

”اے استاد توریت میں کون سے حکم بڑا ہے؟ اس نے اس سے کہا خداوند اپنے خدا سے اپنے سارے دل اور اپنی ساری جان اور اپنی ساری عقل سے محبت رکھ۔ بڑا اور پہلا حکم یہی ہے۔ اور دوسرا اس کی مانند یہ ہے کہ اپنے پڑوسی سے اپنے برابر محبت رکھ۔ انہی دو حکموں پر تمام توریت اور انبیاء کے صحیفوں کا مدار ہے۔“

یہ حوالہ استثنا باب 6 سے ماخوذ ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ توریت اور کتب انبیاء کو مقدس کتاب ہونے کا مقام حاصل ہے۔

(31)　متی باب 22 آیت 41 تا 44 میں یسوع ناصری نئے عہد نامہ کی دو اناجیل کے اس بیان کی کہ یسوع مسیح حضرت داوٗدؑ کی اولاد ہے بیخ کنی کرتے ہوئے پرانے عہد نامہ سے استنباط کرتے ہیں۔

”جب فریسی جمع ہوئے تو یسوع نے ان سے یہ پوچھا کہ تم مسیح کے حق میں کیا سمجھتے ہو؟ وہ کس کا بیٹا ہے؟ انہوں نے اس سے کہا داوٗد کا۔ اس نے ان سے کہا پس داوٗد روح کی ہدایت سے کیونکر اسے خداوند کہتا ہے کہ

خداوند نے میرے خداوند سے کہا

میری دہنی طرف بیٹھ

جب تک میں تیرے دشمنوں کو تیرے پاؤں کے نیچے نہ کر دوں؟“

یہ حوالہ زبور باب 110 سے ماخوذ ہے اس حوالہ کے ذریعہ حضرت مسیح ناصریؑ نے اس عقیدہ کی تردید کی ہے جو نئے عہد نامہ میں آنے والے مسیح کے بارہ میں ملتا ہے کہ وہ داوٗد کی نسل سے ہوگا۔

(32)　متی باب 23 آیت 1 تا 3 میں حضرت مسیح ناصریؑ نے حضرت موسیٰؑ کی تعلیم کو (جو ظاہر ہے پرانے عہد نامہ کی کتاب استثنا باب 17 میں ہے) واجب العمل قرار دیا ہے۔ لکھا ہے:

”اس وقت یسوع نے بھیڑ سے اور اپنے شاگردوں سے یہ باتیں کہیں کہ فقیہ اور فریسی موسیٰ کی گدی پر بیٹھے ہیں۔ پس جو کچھ وہ تمہیں بتائیں وہ سب کرو اور مانو۔“

(33)　متی باب 23 آیت 23 میں یسوع ناصری حضرت موسیٰؑ کی شریعت (جو پرانے عہد نامہ کی کتاب یرمیاہ باب 5 میں ہے) کے متعلق یہودی علماء کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ:

”تم نے شریعت کی زیادہ بھاری باتوں یعنی انصاف اور رحم اور ایمان کو چھوڑ دیا ہے۔“

آج چرچ بھی شریعت کو پولوس کی تعلیم کے مطابق غیر واجب العمل قرار دیتا ہے گویا یہود کی طرح ایمان، رحم

اور انصاف کو نظر انداز کرتا ہے۔

(34) متی باب 24 آیت 16,15 میں لکھا ہے کہ:

”پس جب تم اس اجاڑنے والی مکروہ چیز کو جس کا ذکر دانی ایل نبی کی معرفت ہوا۔ مقدس مقام میں کھڑا ہوا دیکھو۔ تو جو یہودیہ میں ہوں وہ پہاڑوں پر بھاگ جائیں۔“

آئندہ مشکلات کے وقت یسوع ناصری کی ہدایات بھی پرانے عہد نامہ دانی ایل باب 9 کی روشنی میں ہیں۔

(35) متی باب 26 آیت 56 میں یسوع ناصری کی گرفتاری سے پہلے اور گرفتاری کے واقعات کا ذکر کر کے لکھا ہے:

”مگر یہ سب کچھ اس لئے ہوا ہے کہ نبیوں کے نوشتے پورے ہوں۔“

گویا نبیوں کے صحیفوں میں ان سب امور کا ذکر ہے ہر اہم معاملہ میں پرانے عہد نامہ کا حوالہ دیا گیا ہے اگرچہ چرچ پرانے عہد نامہ کو لفظاً نہ سہی عملاً منسوخ قرار دے چکا ہے اور اس کے احکام کو واجب العمل نہیں سمجھتا۔

(36) متی باب 27 آیت 9 میں لکھا ہے:

”اس وقت وہ پورا ہوا جو یرمیاہ نبی کی معرفت کہا گیا تھا کہ جس کی قیمت ٹھہرائی گئی تھی انہوں نے اس کی قیمت کے وہ تیس روپے لے لئے۔“

یہ حوالہ یرمیاہ کا نہیں بلکہ زکریا باب 11 کا ہے نئے عہد نامہ کو خدا کا کلام کہا جاتا ہے مگر علماء بائبل تسلیم کرتے ہیں کہ یہاں زکریا کی بجائے یرمیاہ لکھا گیا ہے بہرحال حوالہ پرانے عہد نامہ کا ہے۔

(37) صلیب پر یسوع ناصری نے یہ فقرہ بولا

”ایلی۔ ایلی۔ لما شبقتنی“

یہ فقرہ بھی زبور باب 22 کا ہے۔

گویا پیدائش سے لے کر یسوع ناصری کی مزعومہ موت تک تمام اہم واقعات میں پرانے عہد نامہ کے حوالے دیئے گئے ہیں۔

متی کی انجیل کے مذکورہ حوالوں میں آپ نے دیکھا ہے کہ سارا زور پرانے عہد نامہ کے بطور کتاب مقدس احکامات۔ نصائح اور پیشگوئیوں کے لحاظ سے ہے۔

(38) مرقس کی انجیل کی ابتداء ہی پرانے عہد نامہ کے حوالہ سے ہوتی ہے لکھا ہے: ”جیسا یسعیاہ نبی کی کتاب کے باب

40 میں لکھا ہے کہ

دیکھ میں اپنا پیغمبر تیرے آگے بھیجتا ہوں جو تیری راہ تیار کرے گا۔

بیابان میں پکارنے والے کی آواز آتی ہے کہ

خداوند کی راہ تیار کرو۔

اس کے راستے سیدھے بناؤ۔"

(مرقس باب 1 آیت 3,2)

(39) مرقس باب 1 آیت 40 تا 45 میں لکھا ہے:

"اور ایک کوڑھی نے اس کے پاس آکر اس کی منت کی اور اس کے سامنے گھٹنے ٹیک کر اس سے کہا اگر تو چاہے تو مجھے پاک صاف کر سکتا ہے۔

اس نے اس پر ترس کھا کر ہاتھ بڑھایا اور اسے چھو کر اس سے کہا میں چاہتا ہوں۔ تو پاک صاف ہو جا۔ اور فی الفور اس کا کوڑھ جاتا رہا اور وہ پاک صاف ہو گیا۔ اور اس نے اسے تاکید کر کے فی الفور رخصت کیا۔ اور اس سے کہا خبردار کسی سے کچھ نہ کہنا مگر جا کر اپنے تئیں کاہن کو دکھا اور اپنے پاک صاف ہو جانے کی بابت ان چیزوں کو جو موسیٰ نے مقرر کیں نذر گزران تا کہ ان کے لئے گواہی ہو۔ لیکن وہ باہر جا کر بہت چرچا کرنے لگا۔"

جس طرح اس شخص نے یسوع ناصری کی بات نہ مانی اسی طرح چرچ بھی آج یسوع ناصری کے احکامات کی نافرمانی کرتا ہے کیونکہ یسوع ناصری نے موسیٰ کے احکامات کی تعمیل کا حکم دیا مگر چرچ اس سے احتراز کرتا ہے۔

(40) مرقس باب 2 آیت 25 میں یسوع ناصری نے اپنے حواریوں پر ہونے والے اعتراض کو پرانے عہد نامہ کا حوالہ پیش کر کے ردّ کیا۔ لکھا ہے:

"اس نے ان سے کہا کیا تم نے کبھی نہیں پڑھا کہ داؤد نے کیا کیا جب اس کو اور اس کے ساتھیوں کو ضرورت ہوئی۔ الخ

یہ استنباط سموئیل باب 21 پر مبنی ہے۔

(41) مرقس باب 2 آیت 27 میں ہے: "سبت آدمی کے لئے بنا ہے۔"

یہ استثناء باب 5 پر مبنی ہے۔

(42) مرقس باب 5 آیت 12 مبنی ہے استثنا باب 29 آیت 4 پر اور یسعیاہ باب 6 آیت 9، 10 پر

(43) مرقس باب 7 آیت 6 میں حواریوں پر ایک اعتراض کا جواب یسوع نے پرانے عہد نامہ کے حوالہ سے دیا ہے۔ لکھا ہے: ”یسعیاہ نے تم ریاکاروں کے حق میں کیا خوب نبوت کی۔ جیسا کہ لکھا ہے: یہ لوگ ہونٹوں سے تو میری تعظیم کرتے ہیں لیکن ان کے دل مجھ سے دور ہیں۔“

یہ حوالہ یسعیاہ باب 29 سے ماخوذ ہے۔

(44) مرقس باب 9 آیت 12 میں لکھا ہے:

”ابن آدم کے حق میں لکھا ہے کہ وہ بہت سے دکھ اٹھائے گا اور حقیر کیا جائے گا۔“

یہ مضمون زبور، یسعیاہ باب 54 اور دانیال سے ماخوذ ہے۔

(45) مرقس باب 10 آیت 7 میں ہے:

”مرد اپنے باپ سے اور ماں سے جدا ہو کر اپنی بیوی کے ساتھ رہے گا۔“

یہ مضمون پیدائش باب 2 پر مبنی ہے۔

(46) مرقس باب 11 آیت 17 میں لکھا ہے:

”کیا یہ نہیں لکھا ہے کہ میرا گھر سب قوموں کے لئے دعا کا گھر کہلائے گا؟“

یہ حوالہ یسعیاہ باب 56 سے ماخوذ ہے۔

(47) مرقس باب 12 آیت 10 میں ہے:

”کیا تم نے یہ نوشتہ بھی نہیں پڑھا۔“

یہ نوشتہ زبور باب 118 سے ماخوذ ہے۔

(48) مرقس باب 12 آیت 26 میں لکھا ہے کہ:

”کیا تم نے... جھاڑی کے ذکر میں نہیں پڑھا کہ خدا نے اس سے کہا کہ میں ابرہام کا خدا اور اضحاق کا خدا اور یعقوب کا خدا ہوں وہ تو مُردوں کا خدا نہیں بلکہ زندوں کا ہے۔“

یہ حوالہ خروج باب 3 سے ماخوذ ہے۔

(49) مرقس باب 12 آیت 28 تا 30 میں حضرت مسیح ناصریؑ نے ایک سب سے زیادہ بنیادی تعلیم بیان کی ہے۔ لکھا ہے ایک فقیہ نے ان سے پوچھا:

”سب حکموں میں اوّل کون سا ہے؟

یسوع نے جواب دیا کہ اوّل یہ ہے:

اے اسرائیل سن خداوند ہمارا خدا ایک ہی خداوند ہے اور تو خداوند اپنے خدا سے اپنے سارے دل اور اپنی ساری جان اور اپنی ساری عقل اور اپنی ساری طاقت سے محبت رکھ دوسرا یہ ہے کہ تو اپنے پڑوسی سے اپنے برابر محبت رکھ۔"

یہ بنیادی تعلیم استثنا باب 6 کی مذہب کا اصل الاصول ہے جس کو چرچ خیر باد کہہ چکا ہے کیونکہ توحید خالص کے بجائے توحید فی التثلیث کا عقیدہ پیش کرتا ہے جس کی رو سے تین الگ الگ ہوتے ہوئے بھی تین نہیں بلکہ ایک ہیں۔

(50) نئے عہد نامہ میں پوری کوشش کی گئی ہے کہ یسوع ناصری کو حضرت داؤدؑ کی نسل ثابت کیا جائے اور اس کے لئے متی اور لوقا میں 2 متضاد نسب نامے بھی دیئے گئے ہیں۔

مگر مرقس باب 12 آیت 35 تا 37 میں یسوع ناصری کہتے ہیں۔

"فقیہ کیونکر کہتے ہیں کہ مسیح داؤد کا بیٹا ہے

داؤد نے خود روح القدس کی ہدایت سے کہا ہے کہ خداوند نے میرے خداوند سے کہا

میری دہنی طرف بیٹھ

جب تک میں تیرے دشمنوں کو تیرے پاؤں کے نیچے کی چوکی نہ کردوں داؤد تو آپ اسے خداوند کہتا ہے پھر وہ اس کا بیٹا کہاں سے ٹھہرا۔"

یہ حوالہ زبور باب 110 سے ماخوذ ہے۔ خود نئے عہد نامہ کی رو سے مسیح ناصری متی اور لوقا کی انجیل کی تردید کرتے ہیں۔

اس کے باوجود چرچ نئے عہد نامہ کو اپنی کتاب مقدس قرار دیتا ہے۔

(51) مرقس باب 14 آیت 27 میں ہے کہ:

"لکھا ہے کہ میں چرواہے کو ماروں گا اور بھیڑیں پراگندہ ہو جائیں گی۔"

یہ زکریا باب 13 آیت 7 پر مبنی ہے۔

(52) مرقس باب 14 آیت 49 میں ہے کہ گرفتاری کے وقت یسوع مسیح نے کہا:

"لیکن یہ اس لئے ہوا ہے کہ نوشتے پورے ہوں۔"

ظاہر ہے نوشتوں سے مراد یہاں نیا عہد نامہ نہیں ہے۔

(53) مرقس باب 15 آیت 28 میں لکھا ہے۔

"تب اس مضمون کا وہ نوشتہ کہ وہ بدکاروں میں گنا گیا پورا ہوا۔"

یہ یسعیاہ باب 54 سے لیا گیا ہے۔

(54) نیا عہد نامہ حضرت مسیح ناصریؑ نے نہ لکھا، نہ پڑھا، نہ دیکھا، بلکہ یہ بقول چرچ کے حضرت مسیح ناصری کے آسمان پر جانے کے سالوں بعد لکھا گیا۔

اس کے لئے لوقا کی انجیل کا یہ حوالہ پڑھیئے لکھا ہے:

"چونکہ بہتوں نے اس پر کمر باندھی ہے کہ جو باتیں ہمارے درمیان واقع ہوئیں ان کو ترتیب وار بیان کریں۔ جیسا کہ انہوں نے جو شروع سے خود دیکھنے والے اور کلام کے خادم تھے ان کو ہم تک پہنچایا۔ اس لئے اے معزز تھیُفلُس میں نے بھی مناسب جانا کہ سب باتوں کا سلسلہ شروع سے ٹھیک ٹھیک دریافت کر کے ان کو تیرے لئے ترتیب سے لکھوں۔" (لوقا باب 1 آیت 1 تا 3)

(55) لوقا کے باب ایک میں حضرت مریمؑ کی ایک عبارت لکھی ہے۔

یہ عبارت حنّہ کے گیت پر مبنی ہے جو 1 سموئیل باب 2 میں درج ہے۔

(56) لوقا باب 1 میں زکریاہ کا گیت موجود ہے۔

جو زبور پر مبنی ہے۔

(57) لوقا باب 2 میں لکھا ہے کہ یسوع کی پیدائش کے بعد خروج باب 13 کے مطابق عمل کیا گیا۔

(58) لوقا باب 2 میں لکھا ہے۔

کہ شمعون بزرگ نے یسوع بچہ کو لے کر خدا تعالیٰ کی حمد کی جو یسعیاہ باب 42 پر مبنی ہے۔

(59) لوقا باب 2 میں لکھا ہے۔

یسوع کی پیدائش کے بعد (یوسف اور مریم) وہ سب کچھ کر چکے جو خداوند کی شریعت کے مطابق ہے تو واپس ناصرہ چلے گئے۔(ماخوذ از لوقا باب 2 آیت 39)

گویا یسوع پیدائش سے ہی شریعت موسوی کے تابع تھے اور توریت ہی ان کی کتاب مقدس تھی۔

(60) لوقا باب 3 میں یوحنّا کے بپتسمہ دینے کا ذکر ہے۔ اور اس بپتسمہ کے متعلق لکھا ہے:

کہ وہ یسعیاہ نبی کے کلام کے مطابق تھا اور آیت 4 تا 6 میں یسعیاہ باب 40 کی طرف ایک عبارت منسوب کی

گئی ہے۔اس بپتسمہ کے متعلق لکھا ہے کہ یسوع ناصری نے بھی یہ بپتسمہ لیا اور جیسا کہ لوقا میں لکھا ہے یہ بپتسمہ یسعیاہ نبی کے کلام کے مطابق تھا۔اس سے بھی ظاہر ہے کہ یسوع کے لئے واجب العمل مقدس کتاب وہی تھی جس کو بعد میں پرانا عہد نامہ کہہ دیا گیا ہے۔

(61) لوقا باب 4 میں لکھا ہے:

"اور ابلیس نے اس سے کہا کہ اگر تو خدا کا بیٹا ہے تو اس پتھر سے کہہ کہ روٹی بن جائے۔ یسوع نے اس کو جواب دیا لکھا ہے کہ آدمی صرف روٹی ہی سے جیتا نہ رہے گا۔"

(لوقا باب 4 آیت 4,3)

یسوع نے ابلیس کو جو جواب دیا وہ استثنا باب 8 سے ہے معلوم ہوا کہ وہ استثنا کو واجب العمل کتاب مقدس سمجھتے تھے مگر ابلیس تو اس پر ایمان نہیں رکھتا تھا کہ اس کو استثنا کے حوالے سے لاجواب کیا جائے۔

(62) لوقا باب 4 میں ہی لکھا ہے کہ

ابلیس نے یسوع کو کہا کہ مجھے سجدہ کرو تو میں دنیا کی سب سلطنتیں تمہیں دے دوں گا۔

یسوع نے جواب اس کو استثنا باب 6 کے حوالے سے دیا۔

ابلیس تو استثنا کو نہیں مانتا تھا لہٰذا ظاہر ہے کہ یسوع کے نزدیک استثنا واجب العمل کتاب مقدس تھی۔

(63) لوقا باب 4 میں لکھا ہے کہ

ابلیس نے یسوع کو کہا کہ اگر تو خدا کا بیٹا ہے تو اپنے آپ کو ہیکل کے کنگرے سے نیچے گرا دے فرشتے تیری حفاظت کرینگے۔یسوع نے جواب میں کہا کہ تو خداوند اپنے خدا کی آزمائش نہ کر۔

یہ جواب یسعیاہ باب 7 پر مبنی ہے معلوم ہوا کہ یسوع یسعیاہ کو واجب العمل سمجھتے تھے ورنہ ابلیس کو جو یسعیاہ کو مانتا ہی نہ تھا یہ جواب دینے کے کوئی معنی نہیں۔

(64) لوقا باب 4 میں ذکر ہے کہ یسوع اپنے دستور کے مطابق سبت کے دن عبادت خانہ میں گیا اور وہاں جو اس نے وعظ کیا اس میں یسعیاہ باب 61 کا حوالہ پڑھ کر اس کی تشریح کی۔

اگر یسوع کی کتاب مقدس نیا عہد نامہ تھا تو اس کا سبت کے دن دستور کے مطابق عبادت خانہ میں جانے اور پرانا عہد نامہ پڑھ کر اس کی تشریح کرنا کوئی مطلب نہیں رکھتا۔اسی طرح اسی باب میں لکھا ہے کہ وہ کفرنحوم میں سبت کے دن عبادت خانہ میں گیا۔سبت کے دن کی عبادت تو موسوی شریعت کو واجب العمل ماننے کی طرف اشارہ کر رہی ہے جبکہ مسیحی

چرچ تو اتوار کے دن عبادت کا حکم دیتا ہے۔

(65) لوقا باب 5 میں لکھا ہے کہ

یسوع نے ایک کوڑھی کو ہاتھ سے چھو کر پاک صاف کر دیا اور فوراً اس کا کوڑھ جاتا رہا اس نے اسے تاکید کی جا کر اپنے تئیں کاہن کو دکھا اور جیسا موسیٰ نے مقرر کیا ہے اپنے پاک صاف ہو جانے کی بابت نذر گزران۔

یہ حکم احبار باب 14 پر مبنی ہے۔

اس سے بھی معلوم ہوا کہ یسوع موسیٰ کی توریت کو واجب العمل یقین کرتے تھے۔ دیکھئے آج بھی چرچ اس کو واجب العمل سمجھتا ہے یا نہیں۔

(66) لوقا باب 5 آیت 30 میں اس اعتراض کے جواب میں کہ "تم کیوں محصول لینے والوں اور گناہ گاروں کے ساتھ کھاتے پیتے ہو؟" یسوع کا جواب پرانے عہد نامہ پر مبنی ہے۔

(67) لوقا باب 6 میں لکھا ہے کہ یسوع کے شاگردوں پر سبت کی بے حرمتی کا اعتراض ہوا اس کا جواب بھی یسوع نے اس کتاب سموئیل باب 21 کے حوالے سے دیا جس کو چرچ نے اب پرانا عہد نامہ کہنا شروع کر دیا ہے۔

(68) لوقا باب 7 آیت 27 میں یوحنا کو نبی قرار دینے کے لئے بھی یسوع پرانے عہد نامہ کا حوالہ پیش کرتا ہے۔

"دیکھ میں اپنا پیغمبر تیرے آگے بھیجتا ہوں جو تیری راہ تیرے آگے تیار کرے گا۔"

یہ حوالہ ملاکی باب 3 سے ماخوذ ہے۔

حیرت ہے کہ نیا عہد نامہ تو ہر بات کے لئے پرانے عہد نامہ کی تائید اور تصدیق درج کرتا ہے اور مسیحی چرچ اصل واجب العمل کتاب، کتاب مقدس نیا عہد نامہ کو قرار دیتے ہیں۔

(69) لوقا باب 10 میں لکھا ہے

ایک عالم شرع نے یسوع سے پوچھا میں کیا کروں کہ ہمیشہ کی زندگی کا وارث بنوں۔

اس سوال کے جواب میں یسوع نے ہرگز کفارہ، تثلیث، یسوع کی صلیبی موت پر ایمان لانے کا ذکر نہیں کیا بلکہ اس سے کہا:

توراۃ میں کیا لکھا ہے!

جب عالم شرع نے اس کو توریت کا حوالہ دیا تو یسوع نے کہا

تو نے ٹھیک جواب دیا ہے یہی کر تو تُو جیئے گا۔

گویا ہمیشہ کی زندگی کے لئے توریت کے کلمہ پر عمل کرنا ضروری ہے نہ کہ نئے عہد نامہ پر۔

(70)　لوقا باب 16 میں لکھا ہے یسوع نے کہا:

آسمان اور زمین کا ٹل جانا شریعت کے ایک نقطہ کے مٹ جانے سے آسان ہے۔

یسوع کی طرف منسوب کرنے والے بقول ان کے نئے عہد نامہ کی خاطر اس شریعت کو جس کے متعلق یسوع نے یہ فقرہ کہا مٹا ڈالا ہے۔ اور پولوس کے کہنے پر شریعت کو بے ضرورت بلکہ لعنت قرار دیا ہے۔

(71)　لوقا باب 16 میں لکھا ہے۔

ابرام نے کہا:

ان کے پاس موسیٰ اور انبیاء تو ہیں ان کی سنیں... پھر لکھا ہے: جب وہ موسیٰ اور نبیوں ہی کی نہیں سنتے تو اگر مردوں میں سے کوئی جی اٹھے تو اس کی بھی نہ مانیں گے۔

یہ بعینہ چرچ کا نقشہ ہے جو موسیٰ اور انبیاء کی نہیں سنتے سب کچھ نئے عہد نامہ کو سمجھتے ہیں جو یسوع کے رخصت ہونے کے بہت بعد لکھا گیا۔

(72)　لوقا باب 17 میں لکھا ہے کہ:

دس کوڑھیوں کو جو یسوع کی توجہ سے ٹھیک ہونے والے تھے یسوع نے کہا جاؤ اور کاہنوں کو دکھاؤ۔ کاہنوں کے پاس جانا اور انکو نذریں وغیرہ پیش کرنا پرانے عہد نامہ کی تعلیم ہے اور نیا عہد نامہ بار بار اس تعلیم پر عمل کرنے کی ہدایت دیتا ہے۔

(73)　لوقا باب 18 میں لکھا ہے:

کہ کسی سردار نے یہ سوال کیا اے نیک استاد میں کیا کروں تا کہ ہمیشہ کی زندگی کا وارث بنوں اس کے جواب میں یسوع نے ہرگز یہ نہیں کہا کہ تثلیث، کفارہ کو، یسوع کی صلیبی موت کو مانو اور mass کی تقریب میں شامل ہو بلکہ ان احکام پر عمل کرنے پر حکم دیا جن کا حکم پرانے عہد نامہ میں دیا گیا ہے۔

(74)　لوقا باب 19 میں لکھا ہے:

کیونکہ ابن آدم کھوئے ہوؤں کو ڈھونڈنے اور نجات دینے آیا ہے۔

یہ مضمون حزقیل باب 34 پر مبنی ہے۔

(75)　لوقا باب 19 آیت 40 میں یسوع کا قول حبقوق باب 2 آیت 11 پر مبنی ہے۔

(76) لوقا باب 19 یروشلم پر افسوس کا اظہار دانی ایل باب 19 آیت 24 پر مبنی ہے۔

(77) لوقا باب 20 آیت 17 کی آیت زبور 118 آیت 22 پر مبنی ہے۔

(78) لوقا باب 20 میں یسوع کا صدوقیوں کے اعتراض کا جواب خروج باب 3 پر مبنی ہے۔

(79) لوقا باب 21 میں آنے والے مسیح کا داؤد کا بیٹا نہ ہونے کا بیان زبور پر مبنی ہے۔

(80) لوقا باب 21 آیت 22 میں لکھا ہے:

''یہ انتظام کے دن ہونگے جن میں سب باتیں جو لکھی ہیں پوری ہو جائیں گی۔''

یہ یسعیاہ باب 34 آیت 8 پر مبنی ہے۔

(81) لوقا باب 21 آیت 20 تا 28 کی پیشگویاں پرانے عہد نامہ پر مبنی ہیں۔

(82) لوقا باب 22 آیت 8,7 میں لکھا ہے:

''عید فطیر کا دن آیا جس میں فسح ذبح کرنا فرض تھا اور یسوع نے پطرس اور یوحنا کو یہ کہہ کر بھیجا کہ جا کر ہمارے کھانے کے لئے فسح تیار کرو۔''

گویا یسوع پرانے عہد نامہ کے ہر حکم کی تعمیل کرتے اور تعمیل کرنا لازمی سمجھتے تھے۔

(83) لوقا باب 22 میں لکھا ہے:

'' اس نے ان سے کہا مگر اب جس کے پاس بٹوا ہو وہ اسے لے اور اسی طرح جھولی بھی اور جس کے پاس نہ ہو وہ اپنی پوشاک بیچ کر تلوار خریدے۔ کیونکہ میں تم سے کہتا ہوں کہ یہ جو لکھا ہے کہ وہ بدکاروں میں گنا گیا اس کا میرے حق میں پورا ہونا ضرور ہے۔''(لوقا باب 22 آیت 37,36)

یہ تمام یسعیاہ 53 باب پر مبنی ہے۔

(84) لوقا باب 24 میں لکھا ہے:

واقعہ صلیب کے بعد یسوع ناصری کو ماننے والی خواتین نے سبت کے دن حکم کے مطابق آرام کیا۔

معلوم ہوا کہ ایسے نازک موقعہ پر بھی انہوں نے پرانے عہد نامہ کی شریعت کے حکم پر عمل کیا۔ مگر اب چرچ اس حکم پر عمل نہیں کرتا۔

(85) لوقا باب 24 آیت 27 میں لکھا ہے:

یسوع نے اپنے دو ماننے والوں کو اماؤس کی سڑک پر موسیٰ سے اور سب نبیوں سے شروع کر کے سب نوشتوں میں

جتنی باتیں اس کے حق میں لکھی ہوئی ہیں ان کو سمجھا دیں۔

گویا ہر مرحلہ پر یسوع اور ان کے شاگرد پرانے عہد نامہ کو ہی کتاب مقدس کی نظر سے دیکھتے تھے۔

(86) لوقا کے آخری باب 24 میں لکھا ہے کہ

کہ واقعہ صلیب کے بعد یسوع اپنے شاگردوں سے ملا ان کو کہا "ضرور ہے کہ جتنی باتیں موسیٰ کی توریت اور نبیوں کے صحیفوں اور زبور میں میری بابت لکھی ہیں پوری ہوں۔" (لوقا باب 24 آیت 44)

اس بیان سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ یسوع اور ان کے شاگرد توریت اور صحف انبیاء کو ہی کتاب مقدس سمجھتے تھے۔ نہ کہ نئے عہد نامہ کو۔

(87) یوحنا کی انجیل باب 1 میں لکھا ہے کہ

یوحنا بپتسمہ دینے والے نے کہا

"میں جیسا یسعیاہ نبی نے کہا ہے بیابان میں ایک پکارنے والے کی آواز ہوں" (یوحنا باب 1 آیت 23)

گویا یوحنا بپتسمہ دینے والا جس کے بلند مرتبہ کی یسوع نے تعریف کی تھی اور اس سے بپتسمہ بھی لیا تھا وہ بھی اپنی تائید کے لیے پرانے عہد نامہ کا حوالہ دیتا ہے۔

(88) یوحنا باب 1 آیت 45 میں لکھا ہے:

"فلپس نے نتن ایل سے مل کر اس سے کہا

کہ جس کا ذکر موسیٰ نے توریت میں اور نبیوں نے کیا ہے وہ ہم کو مل گیا۔ وہ یوسف کا بیٹا یسوع ناصری ہے۔"

گویا یسوع کے حواری یسوع کی صداقت کے لئے بھی پرانے عہد نامہ کو ثبوت بناتے ہیں۔

(89) یوحنا باب 2 میں لکھا ہے کہ

یسوع نے جب خدا کے گھر کو دوکانوں وغیرہ سے صاف کیا تو" اس کے شاگردوں کو یاد آیا کہ لکھا ہے تیرے گھر کی غیرت مجھے کھا جائے گی۔" (یوحنا باب 2 آیت 17)

یہ زبور باب 69 آیت 9 سے لیا گیا ہے۔ گویا یسوع کے بڑے پرانے نیک کاموں کی صداقت کا معیار بھی پرانا عہد نامہ قرار دیا گیا ہے۔

(90) یوحنا باب 2 آیت 22 میں پرانے عہد نامہ کو کتاب مقدس کہا گیا ہے۔

(91) یوحنا باب 5 آیت 39 میں یسوع پرانے عہد نامہ کو کتاب مقدس کہتا ہے اور اسے اپنی صداقت کے لیے پیش کرتا ہے۔

(92) یوحنا باب 5 آیت 47,46 میں یسوع کہتا ہے:

”اگر تم موسیٰ کا یقین کرتے تو میرا بھی یقین کرتے۔ اس لئے کہ اس نے میرے حق میں لکھا ہے۔ لیکن جب تم اس کے نوشتوں کا یقین نہیں کرتے تو میری باتوں کا کیوں کر یقین کروگے۔“

کہاں ہے وہ چرچ جو موسیٰ کو ہر بات میں گراتا ہے اور یسوع کو اور نئے عہد نامہ کو ہر بات میں بڑھاتا ہے۔

(93) یوحنا باب 6 آیت 45 میں لکھا ہے یسوع نے کہا:

نبیوں کے صحیفوں میں یہ لکھا ہے کہ وہ سب خدا سے تعلیم یافتہ ہونگے۔

یہ یسعیاہ باب 54 سے ماخوذ ہے۔

(94) یوحنا باب 7 میں ہے کہ

یسوع نے یہود کو مخاطب ہو کر کہا: ”کیا موسیٰ نے تمہیں شریعت نہیں دی؟ تو بھی تم میں سے شریعت پر کوئی عمل نہیں کرتا۔“

(یوحنا باب 7 آیت 19)

یہ فقرہ یسوع نے اعتراض اور طنز کے طور پر کہا ہے خود یسوع شریعت پر عمل کرتے تھے مگر چرچ کے متبعین اب یسوع کے اس قول کے باوجود شریعت پر عمل نہیں کرتے۔

(95) یوحنا باب 7 آیت 21 تا 24 سے صاف واضح ہے کہ

کہ یسوع موسوی شریعت پر عمل کرتے تھے۔

(96) یوحنا باب 7 آیت 38 میں اپنے پر ایمان لانے والے کو کتاب مقدس میں بیان برکات حاصل کرنے والا بتاتے ہیں اور پرانے عہد نامہ کا ذکر کتاب مقدس کے طور پر کرتے ہیں۔

(97) یوحنا باب 7 آیت 42 میں لکھا ہے:

”کیا کتاب مقدس میں یہ نہیں آیا کہ مسیح داؤد کی نسل اور بیت لحم کے گاؤں سے آئیگا۔“

نئے عہد نامہ میں پرانے عہد نامہ کو ہی کتاب مقدس کہا گیا ہے۔

(98) یوحنا باب 8 آیت 17 میں لکھا ہے:

یسوع نے کہا: ”تمہاری توریت میں بھی لکھا ہے کہ دو آدمیوں کی گواہی مل کر سچی ہوتی ہے۔

یسوع نے اپنی صداقت کا ثبوت پرانے عہد نامہ سے دیا ہے (نہ کہ کسی مزعومہ نئے عہد نامہ سے)

(99) یوحنا باب 8 آیت 51 میں لکھا ہے کہ یسوع نے کہا:

”میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ اگر کوئی شخص میرے کلام پر عمل کرے گا تو ابد تک کبھی موت کو نہ دیکھے گا۔“

مگر چرچ کہتا ہے کہ عمل کرنے والے تو الگ رہے خود یسوع جو ان الفاظ کا کہنے والا تھا یہودیوں کے بقول صلیب پر مر گیا۔ جو مجرموں کی موت سمجھی جاتی تھی۔

کیا نیا عہد نامہ اس تضاد کے ساتھ بھی قابل اعتماد ہے۔

(100) یوحنا باب 10 آیت 8 میں لکھا ہے کہ یسوع نے کہا:

جتنے مجھ سے پہلے آئے چور اور ڈاکو ہیں۔

مگر خود یسوع نے موسیٰ اور انبیاء کو جن کی کتب پرانے عہد نامہ میں ہیں سچا کہا ہے۔ معلوم ہوا کہ نیا عہد نامہ یسوع کے اقوال کو صحیح طرح بیان نہیں کرتا لہٰذا وہ یسوع کی کتاب مقدس نہیں۔ یسوع کی کتاب مقدس پرانا عہد نامہ ہی ہے جیسا کہ اس نے بار بار کہا۔

(101) یوحنا باب 10 آیت 25,24 میں لکھا ہے کہ

یہودیوں نے یسوع سے کہا ”اگر تو مسیح ہے تو ہم سے صاف کہہ دے یسوع نے انہیں جواب دیا کہ میں نے تو تم سے کہہ دیا مگر تم یقین نہیں کرتے۔“

حالانکہ یسوع نے صاف صاف حکم دیا۔ ”کسی کو نہ بتانا کہ میں مسیح ہوں“ (متی باب 16 آیت 20)

اس قسم کے تضادات سے ظاہر ہے کہ نیا عہد نامہ یسوع کی کتاب مقدس نہیں ہے۔

(102) یوحنا باب 12 میں بادشاہ کی گدھے پر سواری کا ذکر ہے۔ یہ زکریا باب 9 پر مبنی ہے۔

(103) یوحنا باب 12 معجزات کے باوجود یہود کے ایمان نہ لانے کا ذکر ہے۔ یہ یسعیاہ باب 53 پر مبنی ہے۔

(104) یوحنا باب 12 میں یسوع پر جو پیشگوئی چسپاں کی گئی ہے۔ یہ یسعیاہ باب 6 میں ہے۔

(105) یوحنا باب 13 میں ہے۔ ”جو میری روٹی کھاتا ہے اس نے مجھ پر لات اٹھائی۔“ (یوحنا باب 13 آیت 18)

یہ زبور باب 41 سے ماخوذ ہے۔

(106) یوحنا باب 15 میں لکھا ہے:

"وہ قول پورا ہو جو ان کی شریعت میں لکھا ہے کہ انہوں نے مجھ سے مفت عداوت رکھّی۔"(یوحنا باب 15 آیت 25)

یہ زبور 35 پر مبنی ہے۔

(107) یوحنا باب 17 آیت 12 میں لکھا ہے: تا کہ کتاب مقدس کا لکھا پورا ہو۔

یہاں بھی کتاب مقدس سے مراد پرانا عہد نامہ ہے اور حوالہ زبور 109 پر مبنی ہے۔

(108) یوحنا باب 19 میں لکھا ہے:

"یسوع نے جان لیا کہ اب سب باتیں تمام ہوئیں تا کہ نوشتہ پورا ہو تو کہا کہ میں پیاسا ہوں۔ وہاں سر کہ سے بھرا ہؤا ایک برتن رکھا تھا۔"(یوحنا باب 19 آیت 29,28)۔ یہ زبور باب 69 آیت 21 سے ماخوذ ہے۔

(109) یوحنا باب 19 میں لکھا ہے:

"یہ باتیں اس لئے ہوئیں کہ یہ نوشتہ پورا ہو کہ اس کی کوئی ہڈی نہ توڑی جائے گی۔"(یوحنا باب 19 آیت 36)

یہ حوالہ خروج باب 12 آیت 46 پر مبنی خیال کیا جاتا ہے۔

(110) یوحنا باب 20 میں لکھا ہے: "کیونکہ وہ اب تک اس نوشتہ کو نہ جانتے تھے جس کے مطابق اُس کا مردوں میں سے جی اٹھنا ضرور تھا۔"(یوحنا باب 20 آیت 9)۔ یہ حوالہ زبور باب 16 آیت 10 پر مبنی سمجھا جاتا ہے۔

جو شخص نئے عہد نامہ کے مضامین کے لئے اُس عہد نامہ کو پڑھے گا جس کو اب پرانے عہد نامہ کا نام دیا جاتا ہے تو اس پر خوب روشن ہو جائیگا کہ **اصل کتاب مقدس پرانا عہد نامہ ہی ہے**۔ اور یسوع اور ان کے شاگرد اس کو اپنی کتاب مقدس سمجھتے تھے اور نیا عہد نامہ یسوع ناصری کے اس دنیا سے رخصت ہونے کے بعد کی کتاب ہے جو نہ انہوں نے لکھی، نہ پڑھی اور نہ کبھی دیکھی اور نہ نئے عہد نامہ کی کتب لکھنے والوں نے یہ سمجھا کہ وہ کوئی "کتاب مقدس" تصنیف کر رہے ہیں۔ بلکہ یہ کتب لمبے بحث ومباحثہ کے بعد اور اختلافات کے بعد چوتھی صدی میں جا کر کتاب مقدس قرار دی گئیں۔

قرآن، بائبل اور آثار قدیمہ

قرآن کے مطابق فرعون موسیٰؑ

کون سا فرعون ہو سکتا ہے؟

(ایس۔اے۔قادر)

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰی بِاٰيٰتِنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَ مَلَاۡئِهٖ فَظَلَمُوْا بِهَا‌ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ۔(الاعراف: 104)

ترجمہ: پھر ان کے بعد ہم نے موسیٰؑ کو اپنی آیات کے ساتھ فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف مبعوث کیا تو انہوں نے ان (نشانات) سے ناانصافی کی پس دیکھ کہ مفسدوں کا انجام کیسا تھا۔

بائبل کے بیان کے مطابق حضرت موسیٰؑ نے دو فراعین کا زمانہ پایا۔ایک کے دور میں پیدا ہوئے اور مدین کی طرف ہجرت کی اور پھر دوسرے کے دور میں بنی اسرائیل کو اس کے چنگل سے چھڑا کر کنعان کی طرف سفر اختیار کیا۔بائبل مفسرین فراعین مصر کے 19ویں خاندانِ حکومت کے تین فراعین (سیٹی اوّل، رعمسیس ثانی اور منفتاح) کے بارہ میں یہ نظریہ رکھتے ہیں کہ ان میں سے کوئی دو فراعین حضرت موسیٰؑ کے زمانہ کے فراعین ہیں۔ بائبل کو مدّ نظر رکھتے ہوئے بعض مسلمان مفسرین بھی دو فراعین کا نظریہ رکھتے ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے اپنے زمانہ خلافت میں جدید مصری تحقیقات کو سامنے رکھتے ہوئے قرآن کریم کی روشنی میں یہ فیصلہ فرمایا کہ قرآن کی رُو سے حضرت موسیٰؑ نے ایک ہی فرعون کا زمانہ پایا اور وہ جدید تحقیقات کی رُو سے "رعمسیس ثانی" ثابت ہوتا ہے نیز یہ کہ بائبل کا دو فراعین والا نظریہ تاریخی اعتبار سے ناقابل قبول ہے۔زیر نظر مضمون میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے دروس القرآن کی روشنی میں اسی حوالہ سے بحث کی گئی ہے۔

بائبل اور قرآن ہر دو الہامی کتب میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کا احوال درج ہے۔ ان کتب میں آپؑ کے زمانہ میں پائے جانے والے مصری فرعون کا ذکر تو ہے لیکن اس کا نام نہیں آیا۔ البتہ اس کے زمانہ میں پیش آنے والے واقعات کا ان کتب میں ذکر ہے، جن سے اندازہ لگاتے ہوئے ماہرینِ مصریات، بائبل مفسرین اور مسلمان مفسرین کی اکثریت تین فراعین کے ناموں کے گرد گھومتی ہے کہ ان میں سے کوئی دو یا کوئی ایک، حضرت موسیٰؑ کے زمانہ کا فرعون ہو سکتا ہے۔ ان فراعین کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔

1۔ سیٹی اوّل (Seti I) 2۔ رعمسیس ثانی (Ramses II) 3۔ منفتاح (Merenptah)

Merenptah

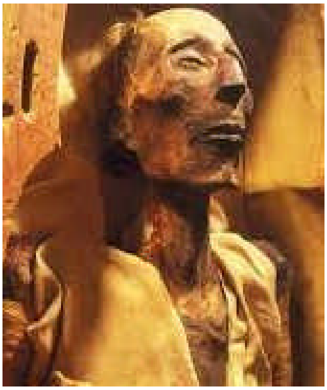

Ramses II

Seti I

ان تینوں فراعین کی حنوط شدہ لاشیں مصر سے دریافت ہو چکی ہیں اور اب قاہرہ میوزیم مصر میں موجود ہیں۔ ان میں سے ہر بعد میں آنے والا پہلے کا بیٹا ہے۔ یعنی سیٹی اوّل کا بیٹا رعمسیس ثانی تھا اور رعمسیس ثانی کا بیٹا منفتاح تھا۔

مصری حکمرانوں نے لفظِ فرعون کا استعمال اپنے نام کے ساتھ ٹائٹل کے طور پر باقاعدہ طور پر اٹھارویں خاندان حکومت سے شروع کیا اور پھر آگے چلتا رہا۔ حضرت موسیٰؑ کے ضمن میں آنے والے یہ تینوں حکمران انیسویں خاندانِ حکومت (19th Dynasty) سے تعلق رکھتے ہیں جو تمام اپنے نام کے ساتھ فرعون کا ٹائٹل استعمال کرتے تھے۔[1]

فرعونِ موسیٰؑ اور بائبل

بائبل کے مطابق حضرت موسیٰ علیہ لسلام نے دو فراعین کا زمانہ پایا۔ ایک کے دور میں پیدا ہوئے اور مدیان کی

[1] لفظ فرعون کے حوالہ سے مزید تفصیل کے لئے دیکھیں "لفظ فرعون کا استعمال اور قرآن کریم کا اعجاز" رسالہ موازنۂ مذاہب ماہ دسمبر 2024ء

طرف ہجرت کی۔(قرآن کریم میں مدین آیا ہے) پھر اس کے مرنے کے بعد نئے بننے والے فرعون کے دور میں واپس مصر آئے اور بنی اسرائیل کو اس کے چنگل سے چھڑا کر کنعان کی طرف سفر اختیار کیا۔ چنانچہ بائبل کی کتاب خروج باب 2 کے مطابق مصری کو مکہ مارنے والے واقعہ کے بعد جب حضرت موسیٰؑ مدیان بھاگ گئے تو ایک مدت تک وہاں رہے جب تک کہ مصر کا پہلا بادشاہ مر نہیں گیا۔ چنانچہ لکھا ہے:

"اور ایک مدت کے بعد یوں ہوا کہ **مصر کا بادشاہ مر گیا** اور بنی اسرائیل اپنی غلامی کے سبب سے آہ بھرنے لگے۔" (خروج باب 2 آیت 23)

اب بائبل کے مطابق کتنی دیر حضرت موسیٰؑ مدیان میں یا فرعون کی طرف خدا کے حکم کے مطابق واپس آنے سے پہلے مصر سے باہر رہے اس بارہ میں خروج میں لکھا ہے:

"اور **موسیٰ اسّی برس اور ہارون تراسی برس کا تھا** جب وہ فرعون سے ہمکلام ہوئے۔" (خروج باب 7 آیت 7)

یعنی مدیان میں آپ لمبا عرصہ رہے یہاں تک کہ پہلا فرعون بھی مر گیا اور آپ 80 برس کے ہو چکے تھے جب نئے بننے والے فرعون کی طرف واپس آئے۔

اس کے علاوہ بائبل کی کتاب خروج سے یہ پتہ چلتا ہے کہ بنی اسرائیل حضرت موسیٰؑ کی پیدائش کے وقت فرعون کے لیے دو شہر رعمسیس اور پتوم بنا رہے تھے۔ (خروج باب 1 آیت 11)

فرعونِ موسیٰ کے حوالہ سے محققین کے مختلف نظریات

بائبل کے مندرجہ بالا بیانات کی روشنی میں محققینِ بائبل کے درمیان فرعونِ موسیٰ کے حوالہ سے دو بڑے نظریات پائے جاتے ہیں۔

1۔ پہلا گروہ کہتا ہے کہ سیٹی اوّل (Seti I) کے زمانہ میں پیدا ہوئے اور اس کے مرنے کے بعد خروج رعمسیس ثانی (Ramses II) کے زمانہ میں ہوا۔

2۔ دوسرا گروہ کہتا ہے کہ رعمسیس ثانی (Ramses II) کے زمانہ میں پیدا ہوئے اسی کے زمانہ میں مدین کی طرف ہجرت کی پھر اس کی وفات پر واپس آئے اور اس کے بیٹے منفتاح (Merenptah) سے مقابلہ کیا۔ یعنی خروج کے

وقت منفتاح کا دور چل رہا تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعودؓ بھی اپنے زمانہ کی تحقیقات کے لحاظ سے اسی نظریہ پر قائم تھے۔ (تفسیرِ کبیر زیر آیت سورۃ یونس آیت 93 از حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد المصلح الموعودؓ جلد سوم صفحہ 126,125 ربوہ)

3۔ حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے مصریات کے حوالہ سے جدید تحقیقات کو مدّ نظر رکھتے ہوئے قرآنِ مجید کی روشنی میں 1990ء کی دہائی میں ایک تیسرا نظریہ پیش فرمایا کہ حضرت موسیٰؑ کا زمانہ رعمسیس ثانی کے زمانہ کے اندر اندر ہے۔ یعنی پیدائش بھی اسی کے دور میں ہوئی اور خروج بھی اسی کے دور میں ہوا۔ اور دو فرعون والا نظریہ بائبل کا پیش کردہ ہے قرآن میں اس کی طرف اشارہ تک نہیں کہ حضرت موسیٰؑ نے دو فراعین کا زمانہ پایا۔

ان نظریات پر بحث سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان تینوں فراعین کا زمانہ حکومت دیکھ لیا جائے تاکہ پھر قرآنی آیات کے حوالہ سے فرعون موسیٰؑ کی تعیین کو ہم درست طور پر سمجھ سکیں۔

چنانچہ انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا کے مطابق سیٹی اوّل کا دورِ حکومت 11 سال بنتا ہے۔

Seti I was an ancient Egyptian king of the 19th dynasty who reigned from 1290 to 1279 BCE. His father, Ramses I, reigned only two years, and it was Seti who was the real founder of the greatness of the Ramessides.
(https://www.britannica.com/biography/Seti-I)

اسی طرح رعمسیس ثانی کے بارہ میں لکھا ہے کہ اس کا عرصہ حکومت 66 سال بنتا ہے۔

Ramses II was the third king of the 19th dynasty of ancient Egypt whose reign (1279–1213 BCE) was the second longest in Egyptian history.
(https://www.britannica.com/biography/Ramses-II-king-of-Egypt)

جبکہ بعض محققین کے مطابق اسکا عرصہ حکومت 67 سال بنتا ہے۔ جیسا کہ Encyclopeadia Americana میں لکھا ہے۔

He reigned for 67 years during the 19th dynasty.
(Encyclopeadia Americana under word Ramses II volume: 23. 2004)

اسی طرح منفتاح کے بارہ میں لکھا ہے اس کا عرصہ حکومت 10 سال ہے۔

Merneptah was a king of Egypt (1213–1203 BCE) of the 19th dynasty, who successfully defended Egypt against a serious invasion from Libya.
(https://www.britannica.com/biography/Merneptah)

اس طرح ان فراعین میں سب سے لمبا عرصہ حکومت رعمسیس ثانی کا بنتا ہے۔یعنی 66 سال یا بعض مؤرخین کے مطابق 67 سال۔اور باقی دو کا 11 سال اور 10 سال بنتا ہے۔

قرآنِ مجید کی روشنی میں دو فرعون والے نظریات کا ردّ

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے 1990ء کی دہائی میں رمضان میں اردو دروس القرآن کا سلسلہ شروع کیا جو کئی سال تک جاری رہا۔ان دروس میں آپ نے مختلف موضوعات پر قرآنِ مجید کی روشنی میں جدید تحقیقات کو مدّ ِنظر رکھتے ہوئے نئے نکات بیان فرمائے۔انہیں میں سے ایک موضوع فرعونِ موسیٰ کا بھی تھا۔آپ نے جدید مصری تحقیقات کو سامنے رکھتے ہوئے حضرت موسیٰؑ اور فرعون کے ضمن میں قرآنی آیات کی روشنی میں یہ نتیجہ نکالا کہ حضرت موسیٰؑ نے دو فراعین نہیں بلکہ ایک ہی فرعون کا زمانہ پایا۔اسی کے دورِ حکومت میں آپؑ کی پیدائش ہوئی اور اسی کے دور میں آپ ہجرت کر کے مدین چلے گئے۔پھر اسی کے دور میں نبوت ملنے کے بعد واپس مصر آئے اور اسی کے دور میں خروج از مصر کا واقعہ پیش آیا۔آپ کے ایک فرعون قرار دینے کے پیچھے بنیادی قرآنی دلیل یہ تھی کہ قرآن مجید میں کہیں اشارہ بھی نہیں کہ حضرت موسیٰؑ نے دو فرعونوں کا زمانہ پایا۔یہ تو بائبل کا بیان ہے اور بائبل میں جو بیان ہے وہ تاریخی اور عقلی لحاظ سے ناقابلِ قبول ہے۔چنانچہ اس حوالہ سے آپ اپنے ایک درس میں فرماتے ہیں:

> ”سب سے پہلی بات جو میری توجہ کا مرکز بنی وہ یہ تھی کہ ہم کیوں تسلیم کر رہے ہیں کہ دو فرعون ہونے ضروری ہیں۔ایک فرعون پیدائش کا اور ایک فرعون جس نے بعد میں ٹکر لی۔۔۔ کیا وجہ ہے؟ کیوں خواہ مخواہ اس مصیبت میں پھنس گئے کہ لازماً دو فرعون ہوں گے؟ اُس کی وجہ صرف بائبل کا ایک بیان ہے جس کی وجہ سے یہ سارے مسلمان محققین اور عیسائی بھی چکر میں پھنسے ہوئے ہیں اور وہ بیان قابلِ اعتماد ہے ہی نہیں۔وہ میں آپ کو بتاؤں گا تو آپ حیران ہونگے کہ قرآنِ کریم کے مقابل پر ایک غلط دعویٰ کر بیٹھی ہے بائبل کیونکہ وہ خدا کا کلام نہیں تھا،وہ کسی بندے نے داخل کیا تھا۔لکھنے والے نے ایک اندازہ اپنا لگایا ہے۔“

(ٹرانسکرپشن از درس القرآن از حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ،(تفسیر سورۃ آل عمران:191) ریکارڈڈ 20 فروری 1995ء)

اب ذیل میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کے دروس القرآن کے حوالہ سے قرآنِ مجید کی روشنی میں دو

فرعون والے نظریہ کا رڈّ اور حضرت موسیٰؑ کی پیدائش اور خروج کے زمانہ کے ایک ہی فرعون ہونے کے دلائل اختصار سے پیش ہیں۔

(1) سیٹی اوّل کے دور میں پیدائش اور پھر رعمسیس ثانی کے دور میں واپسی عقلی و تاریخی لحاظ سے ناممکن ہے:

مؤرخین اس بات پر متفق ہیں کہ سیٹی اوّل کا دور حکومت 11 سال ہے۔ اب اگر سیٹی اوّل کے زمانہ حکومت کے بالکل ابتدائی سال میں بھی حضرت موسیٰؑ کی پیدائش مانیں تو ناممکن سی بات بن جاتی ہے کہ 10، 11 سال کا بچہ مدین کی طرف ہجرت کرے اور اس سے پہلے ایک آدمی کو مکا مارے اور وہ مر جائے نیز مدین جاتے ہی شادی بھی ہو جائے۔ چنانچہ بائبل کے مطابق بھی مدین جاتے وقت آپ بھرپور جوان تھے اسی لیے جاتے ہی وہاں شادی کرلی۔ اور قرآن سے بھی ایسا ہی ثابت ہے۔

قَالَتۡ اِحۡدٰىهُمَا يٰۤاَبَتِ اسۡتَاۡجِرۡهُ اِنَّ خَيۡرَ مَنِ اسۡتَاۡجَرۡتَ الۡقَوِىُّ الۡاَمِيۡنُ ۔(القصص:27)

ترجمہ: ان دونوں میں سے ایک نے کہا اے میرے باپ! اسے نوکر رکھ لے۔ یقیناً جنہیں بھی تُو نوکر رکھے اُن میں بہترین وہی (ثابت) ہوگا جو مضبوط (اور) امانت دار ہو۔

پس اس لحاظ سے سیٹی کے دور میں پیدا ہونا اور 20، 25 سال کی عمر میں ہجرت کر کے مدین جانا تاریخی اور عقلی لحاظ سے ناممکن ہے۔ چنانچہ اس حوالہ سے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

> ”اب دیکھیں جو سیٹی تھا رعمسیس کا باپ اس کا زمانہ ہے 11 سال بادشاہی کا۔ 11 سال کی بادشاہی میں اگر کوئی بچہ پیدا ہو اور اسی کے دور میں وہ ہجرت بھی کر جائے تو اس سے پہلے ہجرت کا یہ واقعہ کہ وہ ایک مضبوط جوان بن چکا ہو جو کسی کو مکا مارے اور وہ مر جائے۔ یہ قابل قبول ہی نہیں بات، تسلیم ہی نہیں ہو سکتی۔“

(ٹرانسکرپشن از درس القرآن از حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ، (تفسیر سورۃ آل عمران) ریکارڈڈ 14 فروری 1995ء)

(2) اگر رعمسیس کے دور میں پیدائش تسلیم کی جائے تو پھر مدین سے واپسی پر منفتاح کا زمانہ بھی گزر جائے گا:

اگر رعمسیس کے دور میں پیدائش مانیں تو بائبل اس کے مرنے کے بعد اگلے فرعون سے ہمکلام ہوتے وقت حضرت موسیٰؑ کی عمر 80 سال بتاتی ہے۔ مگر تمام ماہرینِ مصریات اس بات پر متفق ہیں کہ رعمسیس ثانی کا دورِ حکومت 66،

67 سال ہے۔ اگر حضرت موسیٰؑ اس کے دورِ حکومت کے پہلے سال بھی پیدا ہوئے تو اس کی وفات کے وقت عمر 66 سال بنی۔ اس کے بعد منفتاح کا زمانہ آتا ہے۔ اس کا عرصۂ حکومت 10 سال تھا۔ اگر یہ دس سال بھی جمع کر دیں تو آپؑ کی عمر 80 سال نہیں بنے گی۔ یعنی یہ دس ملا کر بھی حضرت موسیٰؑ کی عمر 76 سال بنی اس کے بعد منفتاح کے بیٹے کا دورِ حکومت محض ایک سال تھا یعنی کیا پھر منفتاح کے پوتے کے زمانہ میں آپ 80 سال کی عمر میں واپس آئے؟

چنانچہ اس حوالہ سے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”رعمسیس تو بہر حال ہے جو منفتاح کے قائل ہیں وہ رعمسیس کے پہلے سال حضرت موسیٰؑ کی پیدائش کا ذکر کرنے پر مجبور ہیں۔ اور یہی مسلم ہو چکا ہے کہ رعمسیس کے پہلے سال پیدا ہوئے اور اگر اس کو تسلیم کر لیا جائے پہلے سال کو تو واپسی 80 سال کے بعد ہو تو منفتاح فوت ہو چکا تھا۔ وہ بھی گیا ہاتھ سے! واقعہ یہ ہے جس طرح کہ اکثر محققین کا خیال ہے اگر دس سال منفتاح کا دور سمجھا جائے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام اس بے چارے کی وفات کے بعد تین سال بعد وہاں آئے ہیں اور لطف کی بات یہ ہے کہ اس کا بیٹا بھی وہاں نہیں تھا اس وقت۔ وہ ایک ہی سال کے اندر حکومت کر کے مر چکا تھا اور اس کا پوتا جو تھا اس کا کل چھ سال کا Rule ہے، اس میں سے بھی تین سال گزر گئے تھے۔ تو تین سال کے اندر اندر اس کے پوتے سے لڑائی ہوئی اور یہ واقعات ہوئے۔ اس کے پوتے کی تاریخ اتنی مبہم اور حقیر ہے کہ اس کو وہ فرعون قرار دینا جس کے ساتھ ٹکر ہوئی۔ ان باتوں کے قائل بھی وہاں جا کے شرما جاتے ہیں، رک جاتے ہیں۔ منفتاح سے آگے نہیں بڑھ سکتے اور موسیٰ علیہ السلام کی عمر منفتاح سے آگے چلی جاتی ہے۔“

(ٹرانسکرپشن از درس القرآن از حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ، (تفسیر سورۃ آل عمران)۔ ریکارڈڈ 22 فروری 1995ء)

(3) بائبل کا بیان کردہ دو فراعین والا نظریہ کسی طرح بھی تاریخی لحاظ سے قابلِ قبول نہیں ٹھہرتا:

اگر ہم بائبل کے مطابق حضرت موسیٰؑ کی پیدائش سیٹی اوّل کے زمانہ میں مانیں تو پھر 80 سال کی عمر میں حضرت موسیٰؑ کو مدین سے رعمسیس کے دور میں واپس لانا مشکل ہے۔ اور اگر رعمسیس کے دور میں پیدائش کو مانیں تو پھر مدین سے 80 سال کی عمر میں واپسی منفتاح کے بیٹے کے دور سے بھی آگے نکل جاتی ہے۔ پس قرآن مجید بتاتا ہے کہ حضرت موسیٰؑ نے

مدین میں صرف 8،10 سال کا عرصہ گزارا۔ اب یقیناً قرآن کی بات ٹھیک ماننی پڑے گی کیونکہ بائبل میں 80 سال والی بات یقیناً کسی نے بائبل میں تحریف کرتے ہوئے ڈالی ہے۔

چنانچہ اس حوالہ سے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”اگر Seti کے زمانے میں وہ پیدا ہوئے تو منفتاح کے زمانے تک بائبل کے حساب سے پہنچ ہی نہیں سکتا، کسی قیمت پر نہیں پہنچ سکتا۔ پھر مجبور ہے اس کو بیچ میں واپس لاکر رعمسیس سے مقابلہ کروانے پر اور منفتاح والے مجبور ہیں اس کو رعمسیس کے زمانے میں پیدا کروانے پر تاکہ وہ اگلے فرعون تک جا پہنچے۔ یہ سب بائبل نے جو چکر ڈالے ہوئے ہیں یہ اس کا خمیازہ بھگت رہے ہیں یہ سارے۔“

(ٹرانسکرپشن از درس القرآن از حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ، (تفسیر سورۃ آل عمران)۔ ریکارڈڈ 21 فروری 1995ء)

(4) حضرت موسیٰؑ کو پہلے فرعون کے مرنے کے بعد واپس مصر بھیجنے کا بائبل کا بیان خدا تعالیٰ کی ہتک ہے:

بائبل کے مطابق جب مدین، مدیان سے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو مصر جانے حکم دیا تو لکھا ہے:

”اور ایک مدت کے بعد یوں ہوا کہ مصر کا بادشاہ مر گیا اور بنی اسرائیل اپنی غلامی کے سبب سے آہ بھرنے لگے اور روئے اور ان کا رونا جو ان کی غلامی کے باعث تھا خدا تک پہنچا۔ اور خدا نے ان کا کراہنا سنا۔ اور خدا نے اپنے عہد کو جو ابرہام اور اسحاق اور یعقوب کے ساتھ تھا یاد کیا۔ اور خدا نے بنی اسرائیل پر نظر کی اور ان کے حال کو معلوم کیا۔“

(خروج باب 2 آیت 23 تا 24)

اس کے بعد لکھا ہے کہ خدا نے حضرت موسیٰؑ کو نبوت عطا کی اور مصر جانے کا حکم دیا۔ چنانچہ لکھا ہے:

”دیکھ بنی اسرائیل کی فریاد مجھ تک پہنچی ہے اور میں نے وہ ظلم بھی جو مصری ان پر کرتے ہیں دیکھا ہے۔ سو اب آ میں تجھے فرعون کے پاس بھیجتا ہوں کہ تو میری قوم بنی اسرائیل کو مصر سے نکال لائے۔“ (خروج باب 3 آیت 9 تا 10)

”اور خداوند نے مدیان میں موسیٰ سے کہا کہ مصر کو لوٹ جا کیونکہ **وہ سب جو تیری جان کے خواہاں تھے مر گئے**۔“ (خروج۔ باب 4 آیت 19)

اس سے نعوذ باللہ ایسا لگتا ہے جیسے اللہ کمزور تھا جو حضرت موسیٰؑ کو مصر بھیجنے کے لیے فرعون کے مرنے کا انتظار کر رہا تھا اس لیے اتنا لمبا عرصہ مدین میں آپ کو انتظار کروایا کہ آپ 80 برس کے ہو گئے۔ اور دوسرا یہ کہ خدا کو پہلے پتہ ہی نہیں تھا کہ بنی اسرائیل کس حال میں ہیں۔

چنانچہ اس حوالہ سے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”یہ بات قطعی طور پر ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دو وجوہات بیان کی ہیں اس تاخیر کی۔ اتنی دیر کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کیوں بھیجا جا رہا ہے۔ ایک وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو پوری طرح ابھی اسرائیل کے حال کی اطلاع نہیں ہوئی تھی اور جب خدا کو خبر پہنچی اور ان کا نالہ آخر آسمان پر پہنچ گیا تب بائبل کہتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کہا اوہو ہو! یہ تو بڑا ظلم برداشت کر رہے ہیں۔ اب میں نے سن لی آخر ان کی فریاد اور اب میں نے فیصلہ کیا ہے کہ تم جاؤ اور اس کو بچاؤ۔ لیکن طاقتور اتنا وہ خدا کہ کہتا ہے کہ جب موسیٰؑ کہتے ہیں کہ وہ میرا بڑا گناہ ہے ان کے اوپر۔ اس قسم کی باتیں کرتے ہیں۔ تو کہتے ہیں تم فکر نہ کرو وہ مر چکا ہے فرعون۔ اس لیے اب تمہیں اس فرعون سے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ تو خدا دو وجہ سے انتظار کر رہا تھا موسیٰؑ کے بڑھا ہونے کا۔ اوّل یہ کہ خدا تعالیٰ کو پوری اطلاعات نہیں پہنچی تھیں اور جب پوری طرح فریاد آسمان تک جا پہنچی اور علم ہوا تو خدا نے فیصلہ کیا۔ مگر اس فیصلے کی روک راستے میں فرعون مصر روک بنا رہا ہے۔ کیونکہ اللہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے یہ عذر قبول کیے کہ واقعی خطرہ تھا۔ لیکن اب جبکہ وہ مر چکا ہے تو خطرہ ٹل گیا ہے اس لئے اب تم بیشک جاؤ۔“

(ٹرانسکرپشن از درس القرآن از حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ، (تفسیر سورۃ آل عمران)۔ ریکارڈڈ 21 فروری 1995ء)

(5) قرآن مجید کے مطابق اللہ تعالیٰ مدین میں حضرت موسیٰؑ کو مصر بھیجنے کے لیے کسی فرعون کے مرنے کا نہیں بلکہ ان کی نبوت کے قابل عمر میں پختگی کا انتظار کر رہا تھا:

قرآنِ مجید میں ہے: فَلَبِثْتَ سِنِيْنَ فِيْٓ اَهْلِ مَدْيَنَ ۙ ثُمَّ جِئْتَ عَلٰى قَدَرٍ يّٰمُوْسٰى۔ وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِيْ (طٰہٰ: 42,41)

ترجمہ: پس تو اہلِ مدین میں چند سال رہا۔ پھر اے موسیٰ تو (نبوت کے لئے) ایک موزوں عمر کو پہنچ گیا۔ اور میں نے تجھے اپنے لئے چن لیا۔

یعنی خدا تعالیٰ نے آپ کو اس وقت تک اہلِ مدین میں رکھا جب تک کہ آپ نبوت کے قابل ایک پختہ عمر کو نہیں پہنچ گئے۔ یعنی مدین سے آپ کو مصر بھیجنے میں کسی فرعون کے مرنے یا جینے کا سوال نہیں تھا جب آپ نبوت کے قابل عمر کو پہنچے قرآن کے مطابق اللہ تعالیٰ نے اس وقت آپ کو نبوت سے سرفراز کر کے مصر کی طرف جانے کا حکم دیا۔ نہ کہ کسی فرعون کے مرنے کی وجہ سے۔

چنانچہ اس حوالہ سے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”ثُمَّ جِئۡتَ عَلٰى قَدَرٍ يّٰمُوۡسٰى پھر تو قدر کو پہنچا اے موسیٰ۔ اب یہ لفظِ قدر ہے جو بتا رہا ہے کہ پہلی جو تھی اس کی قوی الامین ہونا اور بلوغت یہ پہنچتے وقت نہیں تھی۔ پہنچتے وقت جسمانی طور پر وہ طاقتور ہو چکا تھا اور گھبرو جوان تھا لیکن اللہ کے نزدیک ابھی نبی بننے کے قابل نہیں تھا۔ قدر کا ترجمہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ کیا ہے ”تو اس عمر کو پہنچ گیا جو ہمارے کام کے قابل ہوتی ہے۔“ تو قدر سے مراد جو تخمینہ ہم نے لگایا ہوا ہے کہ کوئی انسان اتنا بڑا ہو جائے تو پھر اس کے سپرد کام کئے جائیں۔ جب اس تخمینے یا اس خدا کے مقدر فیصلے کے مطابق تقدیر کہنا چاہیے۔ اس تقدیر کے مطابق جو اللہ تعالیٰ کی جاری تقدیر ہے تو اس عمر کو پہنچ گیا جہاں نبوت سونپی جاتی ہے تو پھر کیا کیا ہم نے وَاصۡطَنَعۡتُكَ لِنَفۡسِىۡ تب میں نے تجھے اپنے نفس کیلئے چن لیا۔ تو جو انتظار تھا وہ کسی فرعون کے مرنے کا انتظار نہیں تھا، وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پختگی کے اس مرتبے ،اس مقام تک پہنچنے کا انتظار تھا جہاں اللہ تعالیٰ پھر ایسے بندوں کو اپنا نمائندہ بناتا ہے۔“

(ٹرانسکرپشن از درس القرآن از حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ، (تفسیر سورۃ آل عمران)۔ ریکارڈڈ 22 فروری 1995ء)

(6) بائبل کا مدین سے واپسی کے وقت حضرت موسیٰؑ کی عمر 80 سال بتانا غلط ہے:

بائبل کا یہ بیان غلط ہے کہ حضرت موسیٰؑ 80 سال کی عمر میں واپس آئے یا پھر قرآن کے بیان کو جھٹلانا پڑے گا۔ قرآن کریم کے مطابق جوان تھے 25 سے 30 سال کے تھے جب گئے تھے اور 8 سال کی مدت وہاں رہ کر واپس آئے جبکہ بائبل کے مطابق آپ کے قیام مدین کی مدت 50 سال بن جاتی ہے کیونکہ مؤرخین بائبل خود اقرار کرتے ہیں کہ حضرت موسیٰؑ نے قریباً 30 سال کی عمر میں مدین کی طرف ہجرت کی تھی۔ پھر 80 سال کے ہو کر فرعون کے مرنے پر واپس آئے لیکن بائبل کے اپنے حوالوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اتنا لمبا عرصہ آپ مدین میں نہیں رہے کیونکہ اس میں لکھا ہے کہ جب گئے تو لڑکیوں کا باپ بہت بوڑھا تھا۔ اگر 50 سال حضرت موسیٰؑ وہاں رہے تو لڑکیوں کے باپ کا زندہ رہنا ممکن سا امر لگتا ہے مگر بائبل کے مطابق جب حضرت موسیٰؑ قوم اسرائیل کو فرعون سے چھڑا کر مصر سے نکل آئے اور صحرا نوردی کر رہے تھے تو اس وقت بھی آپ کے سسر یترو (Jethro or Yitro) ابھی چل پھر رہے تھے اور صحراء میں آپؑ کو آپ کی بیوی اور بچے واپس کر کے گئے۔

جیسا کہ خروج باب 18 آیت 5 میں ہے:

”اور موسیٰ کا خسر یترو اس کے بیٹوں اور بیوی کو لے کر موسیٰ کے پاس اس بیابان میں آیا جہاں خدا کے پہاڑ کے پاس اس کا ڈیرہ لگا تھا۔“

اب آپ کے خسر جو کہ آپؑ کے مدین جانے کے وقت بھی بوڑھے تھے۔ پھر بائبل کے مطابق آپؑ اگر 25 یا 30 سال کی عمر میں وہاں گئے تو 80 سال تک اپنے خسر کے پاس رہے پھر فرعون کے پاس گئے۔ کچھ سال مصر میں لگے، معجزات دکھائے۔ پھر بنی اسرائیل کو فرعون سے چھڑا کر صحراء میں لے آئے۔ اب خسر آپؑ کے بیوی بچے آپ کو واپس کرنے صحراء میں آرہے ہیں اور ابھی تک چلتے پھرتے ہیں۔ یہ بات بعید از قیاس ہے اس سے بھی پتہ چلتا ہے کہ 80 سال کی عمر میں حضرت موسیٰؑ کا فرعون کی طرف آنا بائبل کی غلطی ہے۔ **قرآن کی بات ہی عقلی طور پر ٹھیک بنتی ہے کہ آپ 8 سال بعد واپس مصر گئے۔**

چنانچہ اس حوالہ سے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”اس وقت وہ جو خسر تھا وہ بائبل کے بیان کے مطابق ابھی ہٹا کٹا، مضبوط موجود تھا۔ جبکہ جس وقت پہنچے ہیں اس وقت بائبل کہتی ہے وہ بہت عمر رسیدہ پیر فرتوت تھا۔ جس نے ان کو بلایا وہ کاہن۔ تو اس کی عمر میں چالیس سال اور بھی ڈال دیں آپ ابھی بھی وہ دوڑے پھرتا ہے۔ اور اس کی عمر میں پھر مزید داخل کریں تو پھر بھی وہ دوڑتا پھرتا ہے۔ کیونکہ اب یہاں بائبل میں تضاد ہے۔ بائبل ایک طرف یہ کہتی ہے کہ جب یہ واقعہ ہوا پہاڑی والا، پہاڑ پر چڑھے اور آگ دکھائی دی ہے تو اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام حاضر ہوتے ہیں اپنے خسر کے پاس، اس سے اجازت لیتے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ خیر کے ساتھ جاؤ ٹھیک ہے۔ اور اپنی بیوی کو اپنے بچوں کو گدھے پر لادتے ہیں اور سامان کو اور اس طرح وہ واپس چل پڑتے ہیں۔ یہ واقعہ ہے اور دوسری طرف بائبل یہ کہتی ہے کہ جب ہجرت کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام باہر چلے گئے تو پھر جس جگہ آپ نے کیمپ کیا ہوا تھا پہاڑی کے پاس، اسی پہاڑی کے پاس ان کا خسر ”یترو“ ... وہ ان کی بیوی بچوں کو لے کر آیا۔ یعنی وہ ساتھ نہیں تھے پہلی دفعہ یعنی وہ ان کو لے کر آیا ہے اور اس نے پیغام دیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام باہر نکلے اور اس کو انہوں نے جھک کر آداب پیش کئے اور شکریہ ادا کیا۔ اس نے کہا اب یہ لو جی اپنی

... امانت بیوی بچے۔ وہ اس کے بعد تک بھی زندہ رہتا ہے۔ تو پیر فرتوت کی عمر کتنی بن جاتی ہے اللہ بہتر جانتا ہے۔ بائبل تو بڑھاتی چلی جاتی ہے اور اتنا صحت منداور طاقتور آخر وقت تک کہ ان کو سنبھال کر وہاں پہنچتا ہے اور پھر اجازت لے کے کہ یہ اپنا مال سنبھالو میں واپس جارہا ہوں۔ یہ ہے بائبل کا بیان۔"

(ٹرانسکرپشن از درس القرآن از حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ (تفسیر سورۃ آل عمران)۔ریکارڈڈ 21 فروری 1995ء)

(7) بائبل میں حضرت موسیٰؑ کی مدین میں 8 سال رہنے کی مدت کو کسی تحریف کرنے والے نے 80 بنادیا:

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بائبل کو فی الحقیقت قرآن کریم کے 8 سال مدین میں رہنے کی مدت بیان کرنے سے غلطی لگی ہے اور کسی تحریف کرنے والے نے 8 کو 80 بنا کر وہاں لکھ دیا۔ فرماتے ہیں:

"اب کیسے اس کو ہم قبول کر سکتے ہیں بائبل کے اس بیان کو۔ غلطی لگی ہے آٹھ اور اسّی میں۔ اصل یہ بات ہے، میں نے جو تحقیق کی ہے۔ میں نے کہا یہ 80 آیا کہاں سے بیچ میں؟ یہ بائبل کے لکھنے والوں کو صفریں بڑھانے کا بڑا شوق ہے۔ جہاں ہزاروں تھا وہاں لاکھوں کر دیا۔ شکر کریں یہاں دو صفریں نہیں بڑھائے، ایک ہی بڑھایا ہے۔"

(ٹرانسکرپشن از درس القرآن از حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ، (تفسیر سورۃ آل عمران)۔ریکارڈڈ 21 فروری 1995ء)

(8) قرآن کے مطابق فرعون کا حضرت موسیٰؑ کو یہ طعنہ دینا کہ کیا ہم نے تمہیں نہیں پالا؟ یہ ثابت کرتا ہے کہ ایک ہی فرعون تھا:

قرآنِ مجید میں ہے کہ جب حضرت موسیٰؑ فرعون کی طرف واپس گئے تو اس نے آپ کو پالنے کا طعنہ دیا۔

قَالَ اَلَمۡ نُرَبِّكَ فِيۡنَا وَلِيۡدًا وَّ لَبِثۡتَ فِيۡنَا مِنۡ عُمُرِكَ سِنِيۡنَ۔ (الشعراء: 19)

ترجمہ: اس نے کہا کیا ہم نے تجھے بچپن سے اپنے درمیان نہیں پالا جبکہ تو اپنی عمر کے کئی سال ہمارے درمیان رہا۔

یہ وہی فرعون کہہ سکتا ہے جس نے واقعی آپ کو پالا تھا۔ قرآن کریم کا یہ حوالہ اس نظریہ کی نفی کرتا ہے کہ دو فرعون تھے یعنی مدین سے واپس آنے پر کم از کم منفتاح تو کبھی بھی حضرت موسیٰؑ کو یہ نہ کہہ سکتا تھا کہ تجھے ہم نے پالا تو ہمارے سامنے بچہ تھا کیونکہ وہ تو خود حضرت موسیٰؑ سے چھوٹا تھا۔

رعمسیس ثانی جب مرا تو اس کی عمر 95 سال کے قریب بیان کی جاتی ہے اور یہ بات اس کی ممی کے معائنہ سے

ثابت ہوئی ہے اور تاریخی طور پر اس کا دورِ حکومت 67 سال بتایا جاتا ہے۔ گویا جب وہ بادشاہ بنا تو زیادہ سے زیادہ 28 سال کا تھا اور اس کے ہاں منفتاح کی پیدائش نہ ہوئی تھی۔ کہا جاتا ہے کہ جب منفتاح بادشاہ بنا تو اس کی 61 سال عمر تھی۔ یعنی رعمسیس ثانی کے دورِ حکومت کے شروع ہونے کے بھی 7,6 سال بعد اس کی پیدائش ہوئی اور حضرت موسیٰؑ سے بھی یہ چھوٹا بن گیا۔ تو یہ جو حضرت موسیٰؑ سے چھوٹا ہے حضرت موسیٰؑ کو پالنے کا طعنہ کیسے مار سکتا ہے؟

چنانچہ اس حوالہ سے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

> ”پھر منفتاح تو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بہت چھوٹا تھا۔ اس کا یہ خطاب کرنا کہ تو ہمارے سامنے بچہ پیدا ہوا وہ اپنے سے بیس سال بڑے کو، کوئی کہہ سکتا ہے اس طرح تو ہمارے ہاتھوں میں پیدا ہوا ہے اے باباجی۔ یہ نہیں کہہ سکتے بالکل قطعی اس میں مجھے ذرہ بھر بھی شک نہیں کہ قرآن کریم ایک ہی فرعون کی بات فرما رہا ہے جس کے زمانے میں موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے، اس کی بیوی کے ہاتھوں میں کھیلے اور پلے اور جوان ہوئے اور اسی زمانے میں ہجرت فرمائی۔ اسی کے زمانے میں چالیس سال کے اندر اندر واپسی ہوئی اور منفتاح کا زمانہ اس سے بہت ابھی پیچھے پڑا ہوا ہے۔“

(ٹرانسکرپشن از درس القرآن از حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ، (تفسیر سورۃ آل عمران)۔ ریکارڈڈ 23 فروری 1995ء)

قرآن نے فرعون کو جہاں بھی پیش کیا ہے اس سے ہرگز یہ معلوم نہیں ہوتا کہ پہلے کوئی اور فرعون تھا اور اب کسی اور فرعون کا ذکر ہے۔

(9) قرآنی بیان کے مطابق حضرت موسیٰؑ کا آلِ فرعون کے لیے دشمنی اور غم کا موجب ہونا بھی ایک فرعون کی طرف اشارہ کرتا ہے:

ایک اور اہم بات جو قرآن کریم نے فرعونِ موسیٰ کے ضمن میں بیان کی ہے، یہ ہے کہ:

فَالْتَقَطَهٗۤ اٰلُ فِرْعَوْنَ لِيَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا وَّ حَزَنًا۔ (القصص: 9)

ترجمہ: پس فرعون کے خاندان نے (اذنِ الٰہی کے مطابق) اسے اٹھا لیا تاکہ **وہ ان کے لئے دشمن (ثابت ہو) اور غم کا موجب بن جائے۔**

اس آیت میں یہ جو غم اور دکھ والی بات قرآن نے بیان کی ہے یہ بھی اسی طرف اشارہ کرتی ہے کہ فرعون ایک ہی تھا۔ جس نے پالا ہے پہلے، پھر اسی کے دور میں جب آپؑ نے آکر نبوت کی ہے تو اسے صحیح معنوں میں دکھ ہوا کہ جسے اس

نے اپنے ہاتھوں سے پالا اب وہی بچہ اس کی حکومت کے لیے ایک چیلنج بن گیا اور اسی بچے نے اس کو ملکِ مصر میں باوجود طاقت ہونے کے حقیر اور بے بس کر کے دکھلا دیا۔ اس بات سے جو اس کو دکھ پہنچا اس کا ذکر اس جگہ قرآنِ مجید فرما رہا ہے۔

اس حوالہ سے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

” اس کو ... فَالْتَقَطَهٗۤ اٰلُ فِرْعَوْنَ فرعون کی آل میں سے کسی نے اٹھایا ہے۔ لِیَکُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا وَّحَزَنًا وہ ان کو پتہ نہیں تھا کہ کیوں اٹھایا ہے۔ مگر تقدیر الٰہی یہ فیصلہ کر چکی تھی کہ یہ بچہ ان کیلئے دشمنی اور غم کا موجب بنے۔ حَزَن جو ہے یہ بہت اہم ہے۔ دشمنی کا موجب تو جب لڑائی ہوئی ہو گیا۔ جب تک اس فرعون کو جس کے زمانے میں یہ پیدا ہوا ہے زک نہ پہنچے اس سے، آل فرعون کے حزن کا کوئی موقعہ نہیں ہے۔ پس قرآن کریم کے الفاظ کو گہرائی سے ڈوب کر پڑھیں تو پھر تاریخ کے نقوش خود بخود ابھرتے چلے جاتے ہیں۔ عَدُوًّا کہہ کر کیوں نہیں بات چھوڑ دی؟ حَزَن کس بات کا ہوا۔

عدوّ تھا اگر عدوّ بھاگ گیا، نکلنے پر مجبور ہو گیا تو یہ تو کافی نہیں ہے۔ اس کے نتیجے میں اسی فرعون کو جس کے زمانے میں یہ بچہ اٹھایا جا رہا ہے اس کے خاندان کو ضرور دکھ پہنچنا ہے اور وہ دکھ تبھی ممکن ہے کہ وہی فرعون جس کے زمانے میں یہ بچہ اٹھایا جا رہا ہے اس کو زک پہنچی ہو اور اسی بچے کے ہاتھوں جس کو انہوں نے بظاہر پناہ دی تھی ان کو تکلیف پہنچے۔ یہ مضمون ہے عَدُوًّا وَّحَزَنًا کا۔“

(ٹرانسکرپشن از درس القرآن از حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ، (تفسیر سورۃ آل عمران)۔ ریکارڈڈ 21 فروری 1995ء)

(10) قرآن کے مطابق فرعون کی بیوی کا یہ کہنا کہ ہم اسے بطور بیٹے کے اپنا لیتے ہیں۔ اس بات سے رعمسیس ثانی کے فرعونِ موسیٰ ہونے کی تعیین:

قرآن کریم فرعون کی بیوی کا ذکر کرتا ہے جو فرعون سے یہ کہتی نظر آتی ہے کہ ہم اسے بطور بیٹے کے اپنا لیتے ہیں۔

چنانچہ قرآنِ مجید میں ہے: وَ قَالَتِ امْرَاَتُ فِرْعَوْنَ قُرَّتُ عَیْنٍ لِّیْ وَ لَكَ ؕ لَا تَقْتُلُوْهُ ٭ۖ عَسٰۤی اَنْ یَّنْفَعَنَاۤ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا وَّ هُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ۔ (القصص: 10)

ترجمہ: اور فرعون کی بیوی نے کہا کہ (یہ) میرے لئے اور تیرے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک (ثابت) ہو گا، اسے قتل نہ کرو۔ ہو سکتا ہے کہ ہمیں یہ فائدہ دے یا ہم اسے بیٹا بنا لیں جبکہ وہ کچھ شعور نہیں رکھتے ہوں گے۔

اب اگر قرآنی بیان کو سامنے رکھتے ہوئے سیٹی اوّل کے زمانہ میں حضرت موسیٰؑ کی پیدائش مانیں تو یہ ناممکن ہے کیونکہ قرآن کے اس حوالہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰؑ والے فرعون کے ہاں اس وقت بیٹا نہ تھا (ممکن ہے بیٹیاں ہوں لیکن قرآنی بیان سے پتہ چلتا ہے کہ بہر حال اس وقت تک بیٹا نہیں تھا۔)

لہٰذا یہ بات بھی رعمسیس پر ہی ٹھیک بیٹھے گی کیونکہ سیٹی کے اس وقت جوان بیٹے تھے جب وہ مصر کا حکمران بنا ہے قریبا پچاس ساٹھ سال کی عمر میں۔ اور رعمسیس بھی اس کا بیٹا تھا جو اس وقت موجود تھا جب وہ حکمران بنا۔ مؤرخین کے مطابق رعمسیس 28 یا 29 سال کا تھا جب وہ اپنے باپ سیٹی اوّل کے مرنے کے بعد حکمران بنا۔ تو سیٹی جیسے فرعون کی بیوی جس کے بیٹے جوان ہوں وہ یہ بات نہیں کر سکتی کہ ہم اسے بیٹا بنالیں۔

اس حوالہ سے حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

> ”جب حضرت موسیٰؑ پیدا ہوئے اس وقت رعمسیس ثانی کی عمر انیتس سال تھی، رعمسیس ثانی کی عمر انیتس سال تھی۔ تو یہ باتیں تو اس کی ماں کو سجتی ہی نہیں ہیں کہ ہم بیٹا بنالیں اور کسی کو پتہ نہ لگے۔ اگر بیٹا ہوتا تو یہ کہتی کہ زائد بیٹا بنالوں۔ تو یہ لَا یَشْعُرُوْنَ والی بات نہیں کہہ سکتے تھے۔“

(ٹرانسکرپشن از درس القرآن از حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ، (تفسیر سورۃ آل عمران)۔ ریکارڈڈ 20 فروری 1995ء)

(11) قرآن کے مطابق حضرت موسیٰؑ کے مدّ مقابل آنے والا فرعون تعمیرات کا شوقین تھا، اس سے بھی رعمسیس ثانی کے فرعونِ موسیٰ ہونے کی تعیین:

قرآن کے مطابق فرعونِ موسیٰ بڑی بڑی عمارات تعمیر کرتا تھا۔ جیسا کہ قرآنِ مجید میں ہے:

وَ قَالَ فِرْعَوْنُ یٰهَامٰنُ ابْنِ لِیْ صَرْحًا لَّعَلِّیْۤ اَبْلُغُ الْاَسْبَابَ ○ اَسْبَابَ السَّمٰوٰتِ فَاَطَّلِعَ اِلٰۤى اِلٰهِ مُوْسٰى وَ اِنِّیْ لَاَظُنُّهٗ كَاذِبًا ... (المؤمن: 38,37)

ترجمہ: اور فرعون نے کہا اے ہامان! میرے لئے محل بنا تاکہ میں ان راستوں تک جا پہنچوں۔ جو آسمان کے راستے ہیں تاکہ میں موسیٰؑ کے معبود کو جھانک کر دیکھوں بلکہ در حقیقت میں تو اسے جھوٹا سمجھتا ہوں۔

اب جدید تحقیق بھی یہی بتاتی ہے کہ وہ رعمسیس ہی ہے جو کہ تعمیرات کا بہت شوقین تھا اور اس نے اپنے دور میں عظیم الشان معبد تعمیر کرائے۔ بلکہ یہ تعمیرات کا اس قدر شوقین تھا کہ اس نے کئی پرانے حکمرانوں کی تعمیرات پر بھی ان

کے نام مٹا کر اپنے نام کے کتبے لگوا لیے۔ چنانچہ اس حوالہ سے Nathaniel Harris اپنی کتاب History of Ancient Egypt میں لکھتا ہے:

Seti was a mighty builder, but in this respect his son Ramses II (1279-1213) outdid him and every pharaoh in history. Ramses completed the awe-inspiring Hypostyle Hall at Karnak capital in the Delta, Piramesse (Domain of Ramesses), and built a huge mortuary temple, the Ramesseum; ….The most famous of all Ramesses' work,s, the rockcut temples at Abu Simbel, are far to the south in Nubia, by this time regarded as permanently subject to Egypt. Ramesses grandiose inscriptions are found in many other places, on his own works and also on those of earlier rulers. Such takeovers were common, but scale of Ramesses' operations was unprecedented, and it is hard not to regard him as a monster of boundless egoism.

(Nathaniel Harris, The *History of Ancient Egypt*. Chancellor Press, London.2003.page:43)

اسی طرح رعمسیس ثانی کے بارہ میں *Dictionary of Ancient Egypt* میں لکھا ہے:

'**Ramesses the Great**', his reign of more than sixty years was characterized by a huge building programme. He completed the HYPOSTYLE HALL at KARNAK, and at LUXOR TEMPLE added a courtyard and PYLON in front of the late 18th Dynasty temple. He also built temples at ABYDOS and MEMPHIS, while his constructions in NUBIA included the imposing monuments at ABU SIMBEL. He commissioned large numbers of colossal statues of himself, and usurped many buildings from earlier reigns, making his name one of the most common on Egyptian monuments. In western THEBES, he built an impressive mortuary temple, the RAMESSEUM; a tomb for one of his principal queens, NEFERTARI, in the VALLEY OF THE QUEENS (QV_{66}); a tomb for himself (KV7), and another for his many sons who predeceased him (KV5), both located in the VALLEY OF THE KINGS. The tomb for his sons followed an entirely new plan and is the largest in Egypt. At PER-RAMESSES in the DELTA, he transformed the

city founded by his father SETI I into a new royal residence, with temples, palaces and industrial areas.

(Toby Wilkinson, *The Thames and Hudson Dictionary of Ancient Egypt.* Thames and Hudson Ltd. London.2005. Page:201,202)

پس اس بات سے بھی فرعون موسیٰؑ کی تعیین رعمسیس ثانی کے حوالہ سے ہی ہوتی ہے کیونکہ مصری تاریخ میں اس سے زیادہ تعمیرات کا شوقین اور کوئی فرعون نظر نہیں آتا۔

(12) حضرت موسیٰؑ والے فرعون کی ایک بیوی کا نام اسلامی روایات میں آسیہ آیا ہے۔اس سے بھی رعمسیس ثانی کے فرعون موسیٰؑ ہونے کی تعیین:

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرعون کی بیوی کے متعلق فرماتا ہے:

وَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ ۘ اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِیْ عِنْدَكَ بَیْتًا فِی الْجَنَّةِ وَ نَجِّنِیْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَ عَمَلِهٖ وَ نَجِّنِیْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ۔(التحریم: 12)

ترجمہ: اور اللہ نے اُن لوگوں کے لئے جو ایمان لائے فرعون کی بیوی کی مثال دی ہے جب اس نے کہا اے میرے ربّ! میرے لئے اپنے حضور جنت میں ایک گھر بنادے اور مجھے فرعون سے اور اس کے عمل سے بچالے اور مجھے ان ظالم لوگوں سے نجات بخش۔

قرآن کریم میں تو فرعون کی اس بیوی کا نام نہیں آیا لیکن حدیث میں اس کا نام ''آسیہ'' آتا ہے چنانچہ صحیح بخاری کی حدیث ہے:''حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنْ مُرَّةَ الْهَمْدَانِيِّ، عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ''كَمَلَ مِنَ الرِّجَالِ كَثِيرٌ، وَلَمْ يَكْمُلْ مِنَ النِّسَاءِ: إِلَّا آسِيَةُ امْرَأَةُ فِرْعَوْنَ، وَمَرْيَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ، وَإِنَّ فَضْلَ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَاءِ كَفَضْلِ الثَّرِيدِ عَلَى سَائِرِ الطَّعَامِ۔''

(صحیح بخاری کتاب احادیث الانبیاء، باب، بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى {وَضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا لِلَّذِينَ آمَنُوا امْرَأَةَ فِرْعَوْنَ} حدیث: 3411)

ترجمہ: آنحضرت ﷺ نے فرمایا، مردوں میں سے تو بہت سارے کامل ہوئے مگر عورتوں میں سے محض فرعون کی بیوی آسیہ اور مریم بنت عمران کامل ہوئیں۔اور عائشہؓ کی فضیلت تمام عورتوں پر ویسے ہی ہے جیسے ثرید کھانے کی تمام

کھانوں پر ہوتی ہے۔

رعمسیس کی ایک بیوی کا نام تاریخ میں **Istnofret** بیان ہوا ہے جو آسیہ سے مناسبت رکھتا ہے۔ جیسا کہ تاریخ میں ملتا ہے:

Six of his consorts are known, the most famous of whom are the queens Nefertari and **Istnofret**.[1]

اس سے بھی یہ تعیین ہوتی ہے کہ فرعونِ موسیٰ رعمسیس ہی ہے۔ چنانچہ اس حوالہ سے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں:

> "یعنی ظاہر بات ہے کہ قرآن کے انداز سے لگتا ہے کہ آسیہ ہی وہ عورت ہے جس نے حضرت موسیٰؑ کو پناہ دینے کا نیک خیال ظاہر فرمایا تھا... صحیح بخاری سے یہ حدیث مل گئی ہے قطعی طور پر اور اس میں ذکر ہے۔ عورتوں میں سے دو ہی کمال کو پہنچیں ایک آسیہ فرعون کی بیوی، دوسری مریم عمران کی بی بی، یہ سورۃ تحریم میں ہے ... قرآنی آیت کی تفسیر میں جہاں ان دو بیبیوں کا ذکر ملتا ہے قرآن میں فرعون کی بیوی کا نام نہیں دیا گیا تھا۔ لیکن اس کی بیوی بتایا گیا ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے اس کا نام آسیہ بیان فرمایا ہے۔
>
> آسیہ نام کی تلاش جو میں نے کی تو رعمسیس کے زمانے ہی میں ایک عورت ہے جو اس کی چیف بیوی کہلاتی ہے، جو اصل Big Wife جو ہے اس کی، اس کا نام ہے اسونوفرہ "Isotnofret" ISO یہ پہلے تین حرف جو ہیں وہ آسیہ کے پہلے تین حرفوں سے ملتے ہیں۔ اس کے علاوہ نہ اس کی بیویوں میں کوئی اور ایسی ہے جس کے نام کے آغاز میں ISO کے حروف ملیں نہ اس سے پہلے فرعون نہ منفتاح کے زمانے میں۔ تو اس کی مزید اگر ہم چھان بین کریں تو ایک اور قطعی ثبوت مل جاتا ہے کہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جس فرعون کے زمانے میں پیدا ہوئے ہیں وہ یہی زمانہ تھا۔ اب آسیہ کا کچھ ثبوت تو ہمیں مل گیا نام کے اعتبار سے۔ مگر ایک اور معنی بھی ہے آسیہ میں، لفظی معنے جو آسیہ لفظ کے ہیں وہ کیا ہیں۔ یہ بعید نہیں کہ یہ نام اس کا ایک صفاتی نام رکھا گیا ہو۔... اساہ،یاسوہ۔ اسوًا: رابہ وعز۔ اس کا علاج کیا، اس سے تعزیت کی۔ ایک، آسیہ کا یہ معنی بنے گا تعزیت کرنے والی اور علاج کرنے والی اور دوسرا جس کی طرف میرا ذہن ہمیشہ سے رہا ہے اور میں یہی سمجھتا رہا ہوں وہ ہے آسِیَ علیہ: حَزِن

---

[1] *The Royal Mummies*, Wite Star publications. Italy 2008. Page: 118

فھو آسن ویاس کے جو معنے پائے جاتے ہیں، غم کے معنے یہ وہ صفاتی نام ہے۔ اگر صفاتی نام ہے تو اس کی بنیاد اس میں معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ قرآن کریم سے پتہ چلتا ہے کہ بہت غمگین تھی اور اللہ کے حضور التجائیں کیا کرتی تھی کہ اے خدا! اس ظالم فرعون سے مجھے نجات بخش اور حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئی تھی اور اس کے نتیجے میں اس کو مفسرین نے ایسی ایسی فرضی کہانیاں پیش کی ہیں جن کی کوئی بنیاد کہیں بھی، نہ اسرائیلیات میں ہے، نہ کسی اور جگہ، کہ فرعون اس کو باہر لے جاکر پتھر اوپر رکھ دیا کرتا تھا اور بڑی بڑی سزائیں دیا کرتا تھا، یہ سب فرضی قصے ہیں۔ لیکن قرآن سے یہ بات ثابت ہے کہ فرعون کی حرکتوں سے اس کے بداعمال سے وہ سخت متنفر تھی اور یہ دعا کیا کرتی تھی کہ مجھے اس سے نجات بخش اور جنت میں گھر عطا کر... تو آسیہ وہ عورت امکانی طور پر اسینوفرہ جو نام میں نے آپ کے سامنے پڑھا ہے آئی سونوفرے Possible نام ہے لیکن محققین کو تحقیق کرنی چاہیئے۔"

(ٹرانسکرپشن از درس القرآن از حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ، (تفسیر سورۃ آل عمران)۔ ریکارڈڈ 23 فروری 1995ء)

(13) منفتاح سٹیلے (Merneptah Stele) سے رعمسیس کے فرعونِ موسیٰ ہونے کا ثبوت:

مصر سے منفتاح سٹیلے ملا ہے اس پر لکھا ہوا ہے کہ میں نے اسرائیل کا بیج مار دیا ہے۔ یہ وہ پتھر ہے جو منفتاح کے

دورِ حکومت کے پانچویں سال میں تراشا گیا۔ اس میں پہلی بار اسرائیل کا نام کسی مصری تحریر میں ملا۔ ممکنہ طور پر یہ ثابت ہے کہ منفتاح حضرت موسیٰ والا فرعون نہیں ہو سکتا۔ پھر اس نے اپنی ایک تحریر میں کیوں لکھا کہ میں نے اسرائیل کو بالکل ختم کر دیا۔ اس کے زمانہ تک تو بنی اسرائیل مصر سے جا چکے تھے۔ اسکا سیدھا سا مطلب یہی بنتا ہے کہ اس نے اپنے باپ کی ناکامی و نامرادی اور شکست کا ایک قسم کا بدلہ لیا ہے ایک پتھر پر یہ لکھ کر کہ "میں نے اسرائیل کا بیج مار دیا۔" یہ دراصل رعمسیس کا بدلہ ہے اور کچھ نہیں۔ پس یہ پتھر بھی ثابت کرتا ہے کہ منفتاح یا اس کے خاندان کا کوئی تعلق اسرائیل سے ہے، کوئی دشمنی اسرائیل سے ہے۔

اس حوالہ سے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"میں نے ایک Stele کا ذکر کیا تھا جس میں منفتاح یہ فخر کرتا ہے کہ میں وہاں جاکر

حملہ کر کے ان کا بیج مار آیا ہوں، اسرائیلیوں کا بیج ہی مار آیا ہوں۔ میں نے اس سے استنباط کیا تھا کہ اگر یہاں اتنے لمبے چوڑے جھگڑے ہوں، اس کثرت سے اسرائیلی ہوں تو اس کا وہاں جا کے بیج مارنے کا کیا مطلب ہے، یہاں کیوں نہیں مار کے دکھاتا؟

اس سلسلے میں مَیں اس لیے زیادہ زور نہیں دے رہا تھا کہ کوئی یہ استنباط کر سکتا ہے کہ ان سے چونکہ خدمت لینی تھی اس لیے باہر والوں کا ہی دشمن بنا ہو گا۔ لیکن یہ بھی بعید از قیاس بات ہے یہاں جھگڑوں میں ملوث آئے دن اس کیلئے مصیبتیں، بیماریاں، ابتلاء اور فرعون اپنی طاقت اور دعووں کے باوجود ایک ایسے آدمی کے ہاتھوں میں بے بس دکھائی دے رہا ہے ... کوئی طاقت دیکھ رہے تھے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اندر جس نے ان کو مجبور کر رکھا تھا۔ اس زمانے میں اس کو فرصت کہاں سے ملی کہ وہ باہر جا کے حملے کر کے اسرائیلیوں کے بیج مارتا۔ یہ استنباط صرف میرا ہی نہیں اب یہ صالحہ صفی نے ہی یہ حوالہ دیا ہے مجھے History of the Hebrews to the Roman Periods(R.L.Ottley)(p:57)(کا) یہ کہتا ہے کہ ...اس Stele سے بہت سے محققین نے یہ قطعی نتیجہ اخذ کیا ہے کہ جس وقت یہ منفتاح بادشاہ بنا ہے اس سے پہلے Hebrew تمام تر اس جگہ کو چھوڑ چکے تھے اور ملک کے اندر ان کا کوئی نشان نہیں ملتا تھا۔ اس لیے اس Stele کے الفاظ سے ... محققین یہ نتیجہ بھی اخذ کرتے ہیں کہ وہاں بیج مارا یا نہیں یہ تو الگ بات ہے، شیخی بھی ہو سکتی ہے۔ لیکن یہاں موجود نہیں تھے اور اس بات کو تقویت ملتی ہے کہ وہ باپ کا انتقام لے رہا تھا۔"

(ٹرانسکرپشن از درس القرآن از حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ، (تفسیر سورۃ آل عمران)۔ ریکارڈڈ 23 فروری 1995ء)

حرفِ آخر

پس قرآنی بیانات کے حوالہ سے مصری تاریخ کو دیکھتے ہوئے یہی فیصلہ ہوتا ہے کہ فرعونِ موسیٰ رعمسیس ہی ہو سکتا ہے جس کا زمانہ حکومت اتنا لمبا ہے کہ اس میں حضرت موسیٰ مدین جا کر واپس آسکتے ہیں، وہ فرعون بڑی شان و شوکت والا اور تعمیرات کا شوقین ہے۔ یہ بات بھی 19 ویں خاندان کے فراعین میں سے رعمسیس پر ہی پوری ہوتی ہے۔ پس قرآن

مجید اور جدید مصری تحقیقات کو مدّ نظر رکھتے ہوئے یہی فیصلہ ہوتا ہے کہ رعمسیس ہی فرعون موسیٰ ہے۔ چنانچہ اس حوالہ سے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”پس اگر کسی نے اختلاف کرنا ہے تو گناہ نہیں ہے تقویٰ سے اختلاف کرو مگر بارِ ثبوت اب تم پر ہے، وہ فرعون دکھاؤ جس کے زمانے میں قرآن کے بیان کردہ واقعات فٹ بیٹھتے ہیں۔ اتنا لمبا عرصہ اس کو ملتا ہو جس کے متعلق ایک اور کتاب ہے جس میں یہ لکھا ہے کہ اکثر بہترین موٴرخین جو دانشور لوگ ہیں وہ یہ ماننے پر مجبور ہو چکے ہیں کہ رعمسیس کے زمانے ہی میں موسیٰ علیہ السلام کی ٹکر ہوئی تھی کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ وہ تمام باتیں جو اس کی تاریخ کی ہمیں دکھائی دیتی ہیں وہ موسیٰ علیہ السلام کے واقعات سے ہی مطابقت کھاتی ہیں اور ان واقعات میں بائبل جہاں قرآن سے ملتی ہے وہ ان کے پیش نظر ہیں۔ تعمیر والا فرعون اس کے بڑے بڑے دبدبے اس کے زمانے میں ایک الگ لشکر کا موجود ہونا جو ایک اور سربراہ کے تابع، بڑا طاقتور لشکر تھا یہ حوالے دے کر اور باتیں بیان کر کے وہ یہی نتیجہ نکالتے ہیں۔

پس اگر کوئی یہ ثابت کر دے کہ فرعون رعمسیس نہیں تھا بلکہ کوئی اور تھا تو یہ سارے لشکر اٹھا کر اس کے زمانے میں دکھانے پڑیں گے۔ اس کے زمانے کی ایک آسیہ دکھانی پڑے گی، اس کے زمانے نہیں آسیہ تو وہ پہلے مانتے ہیں نا! اس کے زمانے میں اس کا جاہ و حشم اس کے تعمیر کرنا شہر کے شہر اور بنی اسرائیل کی وہ جو ٹکر اور وہ ساری باتیں فرعون سے وہ نشانات کا بار بار نازل ہونا یہ ساری باتیں وہاں دکھانی پڑیں گی۔ اگر دکھا دیں گے تو پھر بھی میں ہی جیتوں گا کیونکہ قرآن کی جیت میری جیت ہے۔ پھر میں کہوں گا ہاں قرآن کے متعلق اب یہ موقف بھی ثابت ہو گیا ہے کہ جو فرعون تھا وہ یہ تھا اور مر گیا تھا تو میرا کیا نقصان ہے، مجھے تو فائدہ ہی فائدہ ہے۔“

(ٹرانسکرپشن از درس القرآن از حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ، (تفسیر سورۃ آل عمران)۔ ریکارڈڈ 23 فروری 1995ء)

❁❁❁❁❁

تعارف کتاب ”براہین احمدیہ حصّہ پنجم“

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”سب دوستوں کے واسطے ضروری ہے کہ ہماری کتب کم از کم ایک دفعہ ضرور پڑھ لیا کریں، کیونکہ علم ایک طاقت ہے اور طاقت سے شجاعت پیدا ہوتی ہے۔“

(”ملفوظات“ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام جلد7صفحہ224ایڈیشن2022ء)

براہین احمدیہ حصّہ پنجم

مُلَقَّب

بِالبَرَاھِینِ الاَحْمَدِیَّہ عَلٰی حَقِیَّۃ کتاب اللہ القرآن والنّبوۃ المحمدیہ

(مرسلہ: ابوعبداللہ)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے دعویٰ سے قبل اسلام کی حقانیت قرآن کریم کے من جانب اللہ ہونے اور نبوتِ محمدیہ کی صداقت کے اثبات میں پچاس حصّوں پر مشتمل ایک کتاب لکھنے کا ارادہ فرمایا تھا۔ چنانچہ اس کے پہلے چار حصّے1880ء،1882ءاور1884ء میں شائع ہوئے اور مسلمانِ ہند کے عوام وخواص نے اسلام کے دفاع میں اسے ایک بے نظیر تصنیف قرار دیا۔ چنانچہ مولوی محمد حسین بٹالوی نے یہاں تک لکھا کہ

> ”ہماری رائے میں یہ کتاب اس زمانہ میں اور موجودہ حالت کی نظر سے ایسی کتاب ہے جس کی نظیر آج تک اسلام میں شائع نہیں ہوئی۔“(اشاعۃ السنہ جلد7صفحہ169)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اعلان فرمایا تھا کہ اگر دشمنانِ اسلام براہین احمدیہ میں مذکور صداقتِ

اسلام کے دلائل کے 1/3 یا 1/4 بلکہ 1/5 کا جواب بھی دے دیں تو انہیں مبلغ دس 10 ہزار روپے انعام دیا جائے گا لیکن کسی کو مقابلہ پر آنے کی جرأت نہ ہوئی اور اگر کوئی مقابل پر آیا بھی تو وہ حضورؑ کی پیشگوئیوں کے مطابق اللہ تعالیٰ کی قہری تجلّیوں کا نشانہ بن گیا۔

اِن چار حصوں کی اشاعت کے بعد اللہ تعالیٰ کی حکمت، مصلحت اور مشیئتِ خاص سے اس کتاب کے بقیہ حصوں کی اشاعت لمبے عرصہ تک ملتوی رہی۔ البتہ اسلام کی صداقت اور نبوتِ محمدیہ ﷺ کی حقانیت پر حضور کی اسی 80 کے قریب تصانیف منظر عام پر آئیں۔

آخر 1905ء میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے براہین احمدیہ کا پانچواں حصہ لکھنا شروع کیا۔ اب یہ حصہ / تصنیف روحانی خزائن کی جلد 21 میں موجود ہے۔ اس کے کل 428 صفحات ہیں۔ تیئیس 23 برس کے بعد اس طویل التواء کا باعث اللہ تعالیٰ کی حکمتیں اور مصلحتیں تھیں۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

(1)　”براہین احمدیہ کے ہر چہار حصّے کہ جو شائع ہو چکے تھے وہ ایسے امور پر مشتمل تھے کہ جب تک وہ امور ظہور میں نہ آجاتے تب تک براہین احمدیہ کے ہر چہار حصّہ کے دلائل مخفی اور مستور رہتے اور ضرور تھا کہ براہین احمدیہ کا لکھنا اس وقت تک ملتوی رہے جب تک کہ امتدادِ زمانہ سے وہ سربستہ امور کھل جائیں اور جو دلائل اُن حصّوں میں درج ہیں وہ ظاہر ہو جائیں کیونکہ براہین احمدیہ کے ہر چہار حصوں میں جو خدا کا کلام یعنی اس کا الہام جابجا مستور ہے جو اس عاجز پر ہوا وہ اس بات کا محتاج تھا جو اس کی تشریح کی جائے اور نیز اِس بات کا محتاج تھا کہ جو پیشگوئیاں اس میں درج ہیں اُن کی سچائی لوگوں پر ظاہر ہو جائے۔ پس اِس لئے خدائے حکیم و علیم نے اُس وقت تک براہین احمدیہ کا چھپنا ملتوی رکھا کہ جب تک وہ تمام پیشگوئیاں ظہور میں آگئیں۔“

(براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 3)

(2) پھر فرماتے ہیں:

”دوسرا سبب اس التواء کا جو تیئیس 23 برس تک حصّہ پنجم لکھا نہ گیا یہ تھا کہ خدا تعالیٰ کو منظور تھا کہ ان لوگوں کے دلی خیالات ظاہر کرے جن کے دل مرض بدگمانی میں مبتلا تھے اور ایسا ہی ظہور میں آیا۔“

(براہین احمدیہ حصہ پنجم جلد 21 صفحہ 9)

(3) اور پھر فرماتے ہیں:

’’اِس دیر کا ایک یہ بھی سبب تھا کہ تا خدا تعالیٰ اپنے بندوں پر ظاہر کرے کہ یہ کاروبار اُس کی مرضی کے مطابق ہے اور یہ تمام الہام جو براہین احمدیہ کے حصص سابقہ میں لکھے گئے ہیں یہ اُسی کی طرف سے ہیں نہ انسان کی طرف سے کیونکہ اگر یہ کتاب خدا تعالیٰ کی مرضی کے مطابق نہ ہوتی اور یہ تمام الہام اُس کی طرف سے نہ ہوتے تو یہ امر خدائے عادل اور قدوس کی عادت کے برخلاف تھا کہ جو شخص اُس کے نزدیک مفتری ہے اور اس نے یہ گناہ کیا ہے کہ اپنی طرف سے باتیں بنا کر اس کا نام وحی اللہ اور خدا کا الہام رکھا ہے اُس کو تیئیس[23] برس تک مہلت دے۔‘‘

(براہین احمدیہ حصہ پنجم جلد21 صفحہ10,09)

(4) نیز حصہ پنجم کے خاتمہ میں فرماتے ہیں:

’’پس یہ حصہ پنجم در حقیقت پہلے حصّوں کے لئے بطور شرح کے ہے اور ایسی شرح کرنا میرے اختیار سے باہر تھا جب تک خدا تعالیٰ تمام سامان اپنے ہاتھ سے میسّر نہ کرتا......‘‘ (براہین احمدیہ حصہ پنجم جلد21 صفحہ411)

موضوع

کتاب کی ابتداء میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سچّے اور زندہ مذہب کی مابہ الامتیاز خصوصیات بیان فرمائی ہیں اور تحریر فرمایا ہے کہ سچّے مذہب میں اللہ تعالیٰ کی قولی اور فعلی تجلّیات کا وجود ضروری ہے کیونکہ اِن کے بغیر اللہ تعالیٰ کی ذات کی معرفت کامل طور پر نہیں ہوتی اور کامل معرفت کے بغیر گناہ سے نجات حاصل کرنا ناممکن ہے۔ چنانچہ اِس سلسلہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے معجزہ کی اصل حقیقت اور ضرورت کے بیان میں علیحدہ باب رقم فرمایا ہے(صفحہ 59) اور تحریر فرمایا ہے کہ سچّے اور جھوٹے مذاہب کا مابہ الامتیاز زندہ معجزات ہی ہیں۔

اور باب دوم میں ان نشانات کی کسی قدر تفصیل بیان فرمائی ہے جو پچیس[25] برس قبل براہین احمدیہ میں مندرج پیشگوئیوں کے مطابق ظہور میں آئے۔ اس سِلسلہ میں حضور نے اپنے سینکڑوں الہامات کی واقعاتی شواہد اور تائیداتِ الٰہیہ سے تشریح فرمائی ہے۔ یہ تمام واقعات اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کے علاوہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے من جانب اللہ ہونے کا بھی ثبوت ہیں۔ اسی لئے حضورؑ نے کتاب کے اس حصے کا نام نصرت الحق بھی تحریر فرمایا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کتاب کے خاتمہ میں بیان فرمایا ہے کہ

”**اسماء الانبیاء** کا راز بھی جو پہلے چار حصّوں میں سربستہ تھا یعنی وہ نبیوں کے اسماء جو میری طرف منسوب کئے گئے تھے اُن کی حقیقت بھی کماحقّہٗ منکشف ہوگئی۔“ (براہین احمدیہ حصہ پنجم جلد21 صفحہ 412)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے باب دوم میں اسماء الانبیاء کی ذیل میں سورۃ الکھف کی ان آیات کی نادر اور لطیف تشریح بیان فرمائی ہے جو ذوالقرنین کے تعلق میں مذکور ہیں۔ (صفحہ 118 تا 126)

ضمیمہ براہین احمدیہ حصّہ پنجم

ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم بعض معترضین کے اعتراضات کے جواب پر مشتمل ہے۔ سب سے پہلے حضورؑ نے ایک صاحب محمد اکرام اللہ شاہجہانپوری کے ان اعتراضات کو لیا ہے جو انہوں نے حضورؑ کے الہام **عَفَتِ الدِّيَارُ مَحَلُّهَا وَمُقَامُهَا** پر صرفی ونحوی، لغوی اور واقعاتی اعتبار سے کئے ہیں۔ (صفحہ 153)

اِس کے بعد اسی الہام پر ایک اور صاحب کے اعتراضات کا جواب ہے۔ (صفحہ 183)

حضورؑ نے اس کتاب میں سورۃ المومنون کی ابتدائی آیات کی انتہائی پُر معارف تفسیر بیان فرمائی ہے اور انسان کی روحانی وجسمانی پیدائش کے مراتبِ ستّہ کو بیان فرمایا ہے اور اسے قرآن کریم کا علمی معجزہ قرار دیا ہے۔ حضورؑ تحریر فرماتے ہیں:

”یہ جو اللہ تعالیٰ نے مومن کے وجود روحانی کے مراتبِ ستّہ بیان کرکے اُن کے مقابل پر وجود جسمانی کے مراتبِ ستّہ دکھلائے ہیں یہ ایک **علمی معجزہ** ہے۔“ (صفحہ 228)

”مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ اِس قسم کا علمی معجزہ مَیں نے بجز قرآن شریف کے کسی کتاب میں نہ پایا۔“ (صفحہ 229)

تیسرے نمبر پر مولوی ابوسعید محمد حسین بٹالوی کے بعض اُن شبہات کا ازالہ کیا گیا ہے جو انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زلزلوں سے متعلق پیشگوئیوں کے بارے میں شائع کئے تھے۔

مولوی محمد حسین کے سوالات کے جوابات میں حضور نے وفاتِ مسیح کے مسئلہ پر بھی معقولی اور منقولی رنگ میں بحث فرمائی ہے اور پھر مولوی صاحب کو مخاطب کرکے ایک طویل عربی نظم رقم فرمائی ہے جس میں حضورؑ نے اپنی صداقت کے دلائل تفصیل سے بیان فرمائے ہیں اور مولوی صاحب کو مخاطب کرکے فرمایا ہے:

وَاَنْتَ الَّذِی قَدْ قَالَ فِیْ تَقْرِیْظِهٖ   كَمِثْلِ الْمُؤَلِّفِ لَيْسَ فِيْنَا غَضَنْفَرُ

عَرَفْتَ مَقَامِیْ ثُمَّ اَنْكَرْتَ مُدْبِرًا   فَمَا الْجَهْلُ بَعْدَ الْعِلْمِ اِنْ كُنْتَ تَشْعُرُ

قَطَعْتَ وِدَادًا قَدْ غَرَسْنَاہُ فِي الصَّبَا وَلَيْسَ فُؤَادِي فِي الْوِدَادِ يُقَصِّرُ

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم، جلد21 صفحہ 335)

ترجمہ :اور تُو وہی ہے جس نے اپنے ریویو میں لکھا تھا کہ اس مؤلف کی طرح ہم میں کوئی بھی دین کی راہ میں شیر نہیں۔

تُو نے میرے مقام کو شناخت کیا پھر منکر ہو گیا۔ پس یہ کیسا جہل ہے جو علم کے بعد دیدہ و دانستہ وقوع میں آیا۔

تُو نے اس دوستی کو کاٹ دیا جس کا درخت ہم نے ایّام کودکی میں لگایا تھا مگر میرے دل نے دوستی میں کوئی کوتاہی نہیں کی۔

چوتھے نمبر حضور نے مولوی سید محمد عبد الواحد صاحب مدرس سکول و قاضی برہمن بڑیہ ضلع ٹپارہ بنگالہ کے بعض شبہات کا ازالہ فرمایا ہے (صفحہ 336)

آخر میں مولوی رشید احمد گنگوہی کے رسالہ **الخطاب الملیح فی تحقیق المھدی والمسیح** کا جواب حضورؑ نے تحریر فرمایا ہے اور تفصیل کے ساتھ حضرت عیسیٰؑ بن مریم کی وفات کو قرآن کریم کی متعدد آیات سے ثابت کیا ہے۔

خاتمہ

ضمیمہ کے بعد اس خاتمہ کی ابتداء ہے جو حضور علیہ السلام تحریر فرمانے کا ارادہ رکھتے تھے۔ کتاب کے آخر میں یادداشتوں کے مطالعہ سے اجمالی رنگ میں اس مضمون کی ایک جھلک نظر آتی ہے۔

حضور نے بیان فرمایا ہے کہ وہ خاتمہ کو مندرجہ ذیل چار فصلوں پر تقسیم فرمانا چاہتے ہیں:

فصل اوّل: اسلام کی حقیقت کے بیان میں

فصل دوم: قرآن شریف کی اعلیٰ اور کامل تعلیم کے بیان میں

فصل سوم: اُن نشانوں کے بیان میں جن کے ظہور کا براہین احمدیہ میں وعدہ تھا اور خدا نے میرے ہاتھ پر وہ ظاہر فرمائے۔

فصل چہارم: اُن الہامات کی تشریح میں جن میں میرا نام عیسیٰ رکھا گیا ہے یا دوسرے نبیوں کے نام سے مجھے موسوم کیا ہے یا ایسا ہی اور بعض الہامی فقرے جو تشریح کے لائق ہیں۔

کتاب کے آخر میں وہ متفرق یادداشتیں بھی درج ہیں جو حضرت اقدس علیہ السلام نے اِس مضمون کے متعلق لکھی تھیں اور آپ کے مسودات سے دستیاب ہوئیں۔ یہ یادداشتیں اگرچہ محض اشارات ہیں تاہم ان کا مطالعہ بھی خالی از فائدہ نہیں۔

(تعارف کتاب براہین احمدیہ حصّہ پنجم روحانی خزائن جلد21 صفحہ xtxv تا x)

❁❁❁❁❁

ردّ دہریت

ایک مشہور دہریہ (Richard Dawkins) کے اعتراضات کے جواب

(وسیمہ اُپل بنت پروفیسر چوہدری رحمت علی مسلم)

موجودہ دور میں دہریت

اور کتاب The God Delusion پر ایک نظر

دنیا میں آج کل دہریت کی ایک نئی رو چلی ہوئی ہے۔ سائنس اور عقل بلکہ بسا اوقات انسانیت کو بھی مذہب کے متضاد کرکے دکھایا جاتا ہے۔ اس تحریک دہریت کا سب سے بڑا علمبردار Richard Dawkins کو سمجھا جاتا ہے جو اپنی کتب The God Delusion، The Blind Watchmaker اور Outgrowing God, A Biginner's Guide کی وجہ سے جلد ہی شہرت کی بلندیوں کو چھونے لگا۔ ڈاکنز آکسفورڈ یونیورسٹی میں 1995ء سے 2008ء تک بیالوجی اور خاص طور پر ارتقاء (evolution) پڑھاتا رہا۔ اس نے بہت سی کتب لکھیں جن میں کائنات کی تخلیق پر تنقید کی اور خالق کائنات کا ہر طریقے سے نہ صرف انکار کیا بلکہ Old Testament کے پیش کردہ خدا کے بارے میں نہایت نامناسب اور بسا اوقات اخلاق سے گری ہوئی زبان استعمال کی جس کی ایک مثال اس کی کتاب "The God Delusion" کے chapter 2 کے شروع میں دیکھی جاسکتی ہے۔ اس کتاب میں بہت سے اور اعتراضات بھی مذہب کے نظریہ پر اور خاص طور پر اسلام پر کئے گئے ہیں اس کے علاوہ خدا کے وجود کو ایک تخیلاتی وہم کہا گیا ہے۔

اگرچہ ڈاکنز ایک عیسائی گھرانے میں پیدا ہوا لیکن تعلیم کے دوران، اپنی جوانی کے زمانے میں، اپنے ارد گرد خوبصورت تخلیق پر غور کرنے کا شوق اس میں پیدا ہو گیا اور جانوروں اور پودوں کو دیکھ کر اور ان کی بناوٹ سے متاثر ہو کر اس نتیجہ پر پہنچا کہ ان مخلوقات کا ضرور کوئی "designer" ہے۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد اس نے ڈارون کے نظریہ ارتقا کی بنیاد پر یہ موقف اختیار کر لیا کہ یہ سب جاندار ارتقا کے نتیجہ میں خود بخود بنتے چلے گئے۔ کسی خالق کا ان کی تخلیق میں کوئی عمل دخل نہیں ہے۔ اس کے بعد اس کی سوچ تبدیل ہونی شروع ہوئی اور اس نے یہ نظریہ قائم کیا کہ عیسائیت اور بائبل نے تخلیق کا بالکل غلط تصور پیش کیا ہے جس کو سائنس کسی بھی طرح سے support نہیں کرتی۔ علاوہ ازیں اس کا خیال مذہب کی تعلیم میں خرابیاں تلاش کرنے پر مرکوز ہو گیا اور اس نے کتابیں لکھنی شروع کیں جن کا مقصد نہ صرف خدا کے تصور کو غلط ثابت کرنا تھا بلکہ مذہب کے منفی پہلو بھی دکھانے تھے جو وہ بائبل سے تلاش کرتا تھا یا جو عام طور پر اسلام کے بارے میں مشہور تھے۔

January 2006ء میں ایک ٹی وی پروگرام جو Channel Four یو۔کے سے نشر ہوتا تھا اور جس کا نام "Root of All Evil" رکھا گیا تھا اور اس کا مقصد صرف مذہب کے خلاف نفرت پیدا کرنا اور مذہب کو ایک خونی کے طور پر پیش کرنا تھا۔ اس میں رچرڈ ڈاکنز نے اپنے ان نظریات کو خوب ترویج دی اور یہ موقف اختیار کیا کہ میں خاص طور پر نوجوان نسل میں ذہنی بیداری پیدا کرنا چاہتا ہوں کیونکہ مذہب کے نام پر بہت "گند"، "evils" معاشرے میں پھیل چکی ہیں اور اس نے یہ دکھانے کی کوشش کی کہ میں ان بے چارے نوجوانوں کا بڑا ہمدرد ہوں جو غفلت میں مذہب کو ماننے والوں کے ہاتھوں میں چڑھے ہوئے ہیں اور میں چاہتا ہوں کہ وہ جاگ جائیں، بہادر بنیں۔ مذہب کو اور خدا کو خیر باد کہہ کر اپنی مرضی کی زندگی گزاریں جو بڑی متوازن اور ذہین لوگوں کی زندگی کہلاتی ہے۔ ان خیالات کا اظہار اس نے اپنی کتاب The God Delusion (جو 2006ء میں پہلی بار چھپی) کے دیباچہ میں بھی کیا ہے۔

اس نے ایک سنگر John Lennon کے ایک گانے "فرض کرو (سوچو) ایک دنیا جہاں کوئی مذہب نہیں۔" "Imagine a world with no religion" کا حوالہ دے کر مذہب کے حامیوں کو جواب دیا جو اسی زیر بحث کتاب کے صفحہ 23،24 سن 2016ء کے ایڈیشن میں درج ہے۔ (ترجمہ یوں ہے)

"نہ خودکش حملے، نہ ستمبر 11 کا واقعہ، نہ 7 جولائی کا حادثہ، نہ صلیبی جنگیں، نہ بارود، نہ انڈیا کی تقسیم، نہ اسرائیل فلسطین کی جنگ، نہ سربیا کروشیا، نہ یہود کی مخالفت ہوتی اور وہ عیسیٰ کے قاتل کہلاتے، نہ شمالی آئرلینڈ کے فسادات، نہ عزت

کے نام پر (پاکستان میں) قتل، نہ طالبان ہوتے جنہوں نے تاریخی کتبے تباہ کر دیئے، نہ مذہب کے نام پر خون، نہ عورتوں کو سرعام کوڑے مارے جاتے کہ ان کے جسم کا ایک انچ حصہ نظر آگیا۔"

ڈاکنز کے تمام خیالات مذہب سے نفرت، تعصب اور بدگمانی پر مبنی ہیں۔ اس کی کتاب The God Delusion میں جو بھی مواد اکٹھا کیا گیا یا تو وہ تمسخر لئے ہوئے ہے اور یا غیر مناسب الفاظ کا مجموعہ ہے اور چکنی چپڑی باتوں سے پڑھنے سننے والوں کو مسحور کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ جب ہم دہریت کی تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں نظر آتا ہے کہ ڈاکنز انہی نظریات کو دہراتا ہے جو ڈارون کے نظریہ ارتقا کی بنیاد پر استوار کئے گئے ہیں اور پرانے اور گھسے پٹے ہیں۔ البتہ اپنی اسلام دشمنی میں وہ بغیر دلیل کے بات کرتا نظر آتا ہے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اس نے اسلامی تاریخ اور قرآن کا مطالعہ نہیں کیا ہوا۔

آج اگر ڈاکنز عیسائیت اور بائبل سے نالاں ہے تو اس کی تاریخ سولہویں صدی میں ملتی ہے جب لوگوں میں شعور بیدار ہونے لگا اور سمجھدار لوگوں نے چرچ کے خلاف آواز اٹھانے کی جسارت کی۔ چنانچہ فرانس کے فلاسفر اور Meta physicist (مابعد الطبیعات) René Descartes (1596-1650) نے نظریہ پیش کیا کہ یہ جو کائنات میں اجرام فلکی گھوم رہے اور بہت سے events (phenomenon) ہوتے نظر آرہے اور ایٹم اور molecules کام کر رہے اس کے پیچھے کوئی ہستی نہیں بلکہ سب کچھ خود بخود ہو رہا۔ اس کے مطابق اگر انسان اپنا دماغ استعمال کرے اور تو اس کی سوچ معلوم کر سکتی ہے کہ حقیقت کیا ہے۔ اگر ایک مہربان اور رحمدل خدا ہے تو ہمارا ذہن کیسے مان لے کہ ایسا ہے؟ کیونکہ ہمیں برائیاں، بداخلاقیاں، بیماریاں اور تکالیف اپنے اردگرد نظر آتی ہیں۔

اس کا خیال تھا کہ "I think therefore I am" معلوم ہوتا ہے اس کے ذہن کے اندر جو "میں" (I am) تھی اُسی نے اُسے خدا سے دور کیا اور ابلیس یعنی خدا کا انکاری وجود بنا دیا اور اسے یہ شکوک پیدا ہونے شروع ہوئے کہ کیا واقعی خدا ہے؟ Descartes کے وقت میں سائنس دان قدیم مذہبی سوجھ بوجھ کے خلاف اپنے نظریات پیش کرنے کی کوشش کر رہے تھے جیسے کہ Galileo Galilei (1564-1642) اور Johanneus Kepler (1571-1630) اٹلی اور جرمنی میں۔ چرچ نے ان کے خلاف فتوے صادر کر دیئے کہ سائنس ان کے مذہبی نظریات سے ٹکراؤ رکھتی ہے۔ Descartes کا خیال تھا کہ کسی بھی حقیقت کو ہم صرف ذہن کی طاقت سے سوچ کر سمجھ سکتے اور اس کا فیصلہ کر سکتے ہیں۔ یہ ممکن نہیں کہ ہمارے حواس کا اس میں عمل دخل ہو۔

(Reason alone can reach to reality, and get knowledge of eternal truth)

پس Descartes نے اس خدا کا انکار کیا جو زندہ ہے اور بولتا، سنتا، جواب دیتا اور اپنے وحی الہام سے ہدایت دیتا ہے۔ پھر اس کا نظریہ تھا کہ ہر کسی کو سوچنے کی آزادی ہونی چاہیئے تا وہ اپنے ذہن سے فیصلہ کر لے۔ نیز وہ سمجھتا تھا کہ یہ کائنات کیسے بنی اور کس طرح چل رہی ہے یہ سب سائنسی اصول ہیں اس میں کسی خدا کا عمل دخل نہیں۔

اسی زمانے کا ایک اور فرانسیسی فلاسفر Pierre Bayle (1706۔1647) بھی Descartes سے متاثر تھا اسکی تحریروں سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی انسان کے ضمیر اور شعور کو ہی استاد سمجھتا تھا اور اسی کے فیصلوں کو اہمیت دیتا تھا۔ اس نے بائبل کے پیش کردہ خدا کا انکار کیا اور اسی نے secularism کی بنیاد رکھی کہ حکومت میں مذہب کو دخل دینے کی ضرورت نہیں۔ چرچ اور state الگ الگ ہوں جو کہ ایک معقول دلیل تھی۔ مذہب کا کام نہیں کہ حکومت میں دخل اندازی کر کے اپنے موقف کو سب پر مسلط کرے۔ عوام کو آزادی دی جائے۔ مذہب کے نام پر نہ تو ملک بنتے ہیں اور نہ ہی حکومتیں۔ البتہ یہ نظریہ قابل قبول نہ تھا کہ انسان کو دین کی ضرورت ہی نہیں ہے اور بے دینی ہی ٹھیک ہے۔ یا یہ کہ انسانی سوچ ہی درست فیصلے کر سکتی ہے۔ بظاہر پڑھے لکھے لوگوں کی یہ سوچ اس وجہ سے پیدا ہو رہی تھی کیونکہ چرچ سب کچھ کنٹرول کر رہا تھا اور حکومتیں (puppet) کٹھ پتلی تھیں اور لوگ ان کے مظالم سے تنگ آ چکے تھے۔ یہ زمانہ ایک بیداری کا دور کہلاتا ہے (renaissance) یعنی لوگوں کو سمجھ آنے لگی کہ علم کیا ہے حقیقت کیا ہے۔ لیکن ان فلاسفروں نے ان کو حقیقی مذہب کی طرف لانے کی بجائے زیادہ زور rationalism پر دیا کیونکہ چرچ نے جو مذہب پیش کر رکھا تھا وہ حقیقت اور عقل سے دور تھا۔ اس وقت فلاسفر جس علم کو ترویج دینے کی کوشش کر رہے تھے اس میں خدا کا وجود نہ تھا کیونکہ اس کے لئے وہ کوئی بھی دلیل (logic) دینے یا خود سمجھنے سے بھی سے قاصر تھے۔

اسی دور کا ایک اور فرانسیسی فلاسفر Voltaire کے نام سے مشہور تھا اور اسی نام سے اس کے دو ہزار سے زائد مضامین، نظمیں، ڈرامے اور ناول منظر عام پر آتے رہے اس کا اصل نام Francois-Marie Arouet (1778۔1694) تھا۔ اس نے عیسائیت پر اعتراضات کئے خاص طور پر رومن کیتھولک چرچ پر۔ اس کے علاوہ مذہبی آزادی کے حق میں اس نے تقریر اور تحریر دونوں ذرائع سے خوب تبلیغ کی۔ اس پر اس کی بہت مخالفت ہوئی اور اسے فرانس چھوڑ کر انگلینڈ جانا پڑا۔ لیکن اس کے خیالات نے لوگوں کو ایک روشنی دکھائی اسی لئے اسے Enlightenment کا بانی مانا جاتا ہے۔ اس کے بہت سے خطوط جو مختلف حکمرانوں کو لکھے گئے اس حقیقت کو واضح کرتے ہیں کہ وہ چرچ اور اس کے کارندوں اور خاص طور پر پوپ سے کس قدر نالاں تھا۔ ایک مصنف Sarah Anne Coakley نے اپنی کتاب "Faith Rationality and Passion" میں

Voltaire کے ایک خط کا حوالہ دیا ہے جو اس کتاب کے صفحہ 140، 141 پر درج ہے۔ یہ خط اس نے 5 جنوری 1797ء کو Fradrick the Great کو تحریر کیا تھا۔ اس میں اس نے عیسائیت کے لئے نہایت سخت الفاظ کا استعمال کیا ہے اور اس مذہب کو "invent" یعنی ایجاد کیا گیا لکھا ہے۔ Voltair نے ایک اور خط میں جس کا حوالہ Cronk Nicholas نے اپنی کتاب " The Cambridge Companion to Voltaire " میں دیا ہے۔ جس کا ترجمہ خلاصہ میں یہ ہے کہ بائبل کیسی مقدس کتاب ہے جو اپنے پڑھنے والوں کو یہ سکھاتی ہے کہ "God killed" اس لئے تم بھی قتل کرو۔ ابراہیم نے جھوٹ بولا تم بھی جھوٹ بولو۔ یعقوب نے دھوکہ دیا تم بھی دھوکہ دو... اے بائبل پڑھنے والو، نہ تم خدا ہو، نہ ابراہیم، نہ یعقوب... اور وہ سارے پوپ جنہوں نے تمہیں بائبل پڑھنے سے منع کیا وہ سب سے عقل مند تھے۔

Voltaire کی مذہب سے نفرت عیسائیت کے ان خونی واقعات کی وجہ سے تھی جو تاریخ کا حصہ ہیں اور چرچ کے وہ ظالمانہ قوانین اور تاریخی واقعات جن کو اب چھپایا جاتا تھا۔ Voltaire نے Dogma of Church اور ''خدا عیسیٰ'' کو بھی نشانہ بنایا۔ اور اس کے تمام خیالات کا مظہر یہ ایک فقرہ ہے کہ:

''وہ جو لوگوں کو بے ہودہ باتیں (absurdities) تسلیم کرنے کی تعلیم دیتے ہیں وہی ان کو سفاکی کرنے کے لئے آمادہ کرتے ہیں۔''

Voltaire نے یہودی مذہب پر بھی اعتراضات کئے اور یہود کو "barbarous people" کہا۔ اس نے جو دیکھا، تجربہ کیا اور پڑھا اسی پر رائے قائم کر لی۔ قرآن مجید پر اس کے اعتراض، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر حملے یہ سب انہی باتوں پر مبنی تھے جو چرچ نے کئے اور مستشرقین نے کتابوں میں لکھے تھے۔ اس کا اپنا مطالعہ اسلام کے اصل ماخذوں سے نہیں تھا۔ چنانچہ اس نے 1745ء میں Pope Benedict XIV[1](Pope from 1740 to1758) کو اپنے ایک خط میں اسلام کے خلاف نفرت آمیز باتیں لکھیں۔

Voltaire نے ہندوؤں کو بڑا امن پسند اور ایک معصوم قوم کہا اور Veda کو سب سے قیمتی تحفہ کا نام دیا ہے۔ ہندوؤں کی طرح یہ خود بھی vegetarian تھا اور جانوروں کے حقوق کا حامی بھی تھا۔ اس نے Confucius کو صحیح سمجھا اس لئے کہ اس نے خود کو نبی نہ کہا اور یہ دعویٰ نہ کیا کہ مجھے وحی ہوتی ہے اور نہ ہی وہ نیا مذہب لایا۔ اور نہ ہی کوئی

[1] Prospero Lorenzo Lambertini (31 March 1675 – 3 May 1758)

تخیلاتی باتیں کیں۔

Voltaire کے مطابق کائنات مادہ "matter" سے بنی ہے اور وہ خود بخود چل رہی ہے اور self sufficient ہے۔وہ تمام لوگ جو خود کو free thinker کہتے ہیں یہی خیالات رکھتے ہیں اور دہریت کا مرکزی نکتہ بھی یہی ہے۔ دوسرے وہ پڑھے لکھے لوگ جو موجودہ دور کے معروف فلسفہ کے حامی ہیں جب انہوں نے "unrealistic" اور "illogical" حقیقت سے دور اور بے دلیل عیسائیت کے چنگل سے آزاد ہونا چاہا تو انہوں نے چرچ کے ایجاد کردہ مذہب میں موجود خدا کا انکار کر دیا۔پس 18ویں صدی میں دہریت کو پنپنے کا خوب موقع ملا۔

ایک جرمن فلاسفر Baron d`Hobbach (1723-1789) نے اپنی کتاب Christianity Unveiled(1766) میں لکھا کہ دہریہ دراصل وہ انسان ہے جو فرضی اور تصوراتی ہستیوں کے بارہ میں خوابوں کی دنیا سے نکل آتا ہے کیونکہ یہ تصورات انسانیت کے لئے خطرناک ہیں۔ان مذہبی تخیلات سے نکل کر انسان ایک ایسی دنیا میں واپس آجائے گا جہاں وہ مزے کرے گا اور اپنی سوچ سے کام لے گا۔

(کچھ اسی قسم کی سوچ پر مبنی کتاب کا نام رچرڈ ڈاکنز نے The God Delusion رکھا ہے۔)

بہر حال اس Enlightenment کے دور میں اگرچہ مذہب کے ٹھیکیداروں کے چنگل سے نکل کر آزادانہ خیالات کو ترویج دی گئی اور انسانی سوچ سے کھل کر بلکہ بے قیدی کی حد تک فیصلے کرنے کا تصور بھی سامنے آیا مثلاًوہ سائنس جس کو چرچ نے دبا کر رکھا تھا اور جہاں نیوٹن کی ذہانت کو سلا دینے کی کوشش کی گئی تھی اور گلیلیو کے نظریات کو تو گویا پھینک دیا گیا تھا،وہ سائنس پھر سے سانس لینے لگی لیکن دوسری طرف مذہب اور خدا کے انکاری ذہن اپنی سوچ کو دوسروں پر مسلط کرنے کے لئے کوشاں رہے۔ان میں Baruch Spinoze جو Dutch یہودی تھا اور جرمن فلاسفر Hegal زیادہ معروف ہیں۔اسی طرح Ludwig Feuerbach جس نے عیسائیت کے پیش کردہ خدا کے بارہ میں اپنی کتاب The Essence of Christianity میں لکھا کہ وہ خدا جو انصاف نہ کرے،مہربان نہ ہو،دانشمند نہ ہو وہ خدا نہیں ہے۔

"God of Christianity is an Illusion"

اس کے بعد ایک جرمن فلاسفر کارل مارکس (1818-1883) نے اپنی عقل کی بنیاد پر دنیا کو چلانے کے لئے ایک سیاسی سماجی اور اقتصادی ڈھانچہ دینے کی کوشش کی جس کو Communist Manifesto کا نام دیا گیا بلکہ اسکو کامیاب

کروانے کے لئے مذہب اور خدا کو مکمل ختم کرنے کا مشورہ بھی دیا گیا کیونکہ اُس کے مطابق یہ سادہ لوح لوگوں کے لئے ایک نشہ opium ہے۔ اس کے پیش کردہ سسٹم میں خدا کے لئے کوئی جگہ نہیں تھی۔ اس لئے Communism مکمل طور پر ایک دہریت کا نظام ہے۔

جرمنی میں دہریت کو پروان چڑھانے میں اور تصورِ خدا کے بارہ نئی نئی اختراعیں نکالنے میں Friedrich Nietzsche(1844-1900) کا بھی کردار ہے جو ایک فلاسفر تھا اور اس کا خیال تھا خدا ایک تصور ہے جو انسان کی سوچ کی ایجاد (God is a fiction) ہے۔ 1882ء میں اس نے ایک کتاب لکھی The Gay Science اور اس میں درج کیا God is dead۔ اس کا یہ بھی خیال تھا کہ عیسائیت اس وقت دنیا میں اخلاقیات قائم نہیں کر سکتی۔ Nietzsche کا خدا کے بارے میں یہ نظریہ بھی اس لئے وجود میں آیا کہ اس کے مطابق عیسائیت کے پیش کردہ خدا کو ماننا ناممکن ہے۔

اٹھارویں صدی کے آخر میں Austria کے Sigmund Freud نے مذہب کے بارے میں کہا کہ یہ ایک illusion ہے یعنی ایک جھوٹا خیال یا عقیدہ ہے جسے نظر کا دھوکہ (سراب) بھی کہہ سکتے ہیں۔ جو آپ سمجھ رہے ہیں دراصل وہ ہے نہیں۔ چونکہ فرائڈ ایک Neurologist تھا اور اس نے انسانی ذہن کے خیالات کو سمجھنے کا ایک طریقہ نکالا تھا جسے psyconalysis کہتے ہیں اس لئے وہ سمجھتا تھا کہ مذہب سے لگاؤ neurotic frustration کے نتیجہ میں ہوتا ہے اور ذہنی تناؤ کی وجہ سے انسان کسی وجود کا تصور کرتا ہے جو دراصل ہوتا نہیں ہے۔ اسی لئے اس نے بھی reason یعنی ذہن کی سوچ سے ہی فیصلہ کرنے کو ترجیح دی یعنی سوچو اور فیصلہ کرلو۔

قصہ مختصر یہ کہ خدا کا انکار کرنے والوں نے خود کو بڑا عقلمند سمجھا اور یہ سمجھا کہ انسانی ذہن ہی فیصلے کرنے کا اختیار رکھتا ہے اسے کہیں سے یعنی کسی غیر مرئی ہستی سے ہدایت یا صحیح اور غلط معلوم کرنے کی ضرورت نہیں اس لئے اس کا وجود تسلیم نہیں کیا جاسکتا اور انسانی عقل ایسے کسی وجود کو تسلیم نہیں کرتی۔ اس کے علاوہ ان فلسفیوں اور سائنسدانوں کو عیسائیت کے پیش کردہ خدا کو تسلیم کرنے کی logic نظر نہ آتی تھی۔

امریکہ میں 1933ء میں ایک Humanistic Manifesto پیش کیا گیا جس میں یہ باور کروانے کی کوشش کی گئی کہ انسان کی شخصیت خود ہی مکمل اور perfect ہے اور یہ simple سے complex کی طرف خود بخود ارتقا پذیر ہوتی رہی اور اس میں کسی ہستی کا ہاتھ نہیں۔ 1949ء میں اس نظریئے کو سائنسی شکل دی گئی کہ تمام زندہ چیزوں میں ایک

force ہے پس انسان خود ہی source ہے گویا خود ہی خدا ہے یہ بھی philosopher ہی سمجھتے تھے اور اپنے خیالات کو لوگوں پر مسلط کر کے گمراہ کرتے جا رہے تھے۔

آج کے دور میں وہ شخص جسے دہریوں کا سرخیل سمجھا جاتا ہے اس نے اپنی کتاب The God Delusion کی بنیاد انہی باتوں پر رکھی ہے چونکہ وہ خود کو evolution یعنی ارتقا کا سب سے بہتر جاننے والا سمجھتا ہے اور اپنے استاد Darwin کے نقش قدم پر چلنا چاہتا ہے اس لئے صرف Natural Selection کو ہی خالق گردانتا ہے۔ نیز دنیا کی تکالیف، مصائب، بیماری اور قدرتی آفات، قتل، نفرت، دشمنی، ناانصافی کی بنیاد پر بھی وہ خدا کا انکاری ہے۔ اس کے علاوہ اس نے عیسائی مذہب اور اسلام کو ٹارگٹ کیا ہے اور دشمنی کی بنیاد نہایت غلیظ اور گندی زبان پر رکھی ہے تا لوگ نفرت کی وجہ سے مذہب اور خدا کا انکار کر دیں۔

ڈاکنز نے لکھا کہ اس کی کتاب کا ہر chapter لوگوں کو اور خاص طور پر نوجوانوں کو روشنی دکھائے گا۔

پہلا chapter پڑھو گے تو معلوم ہو گا کہ دہریت دراصل dogmatic ہے اور اس کے اصول واضح اور مثبت ہیں۔

دوسرے chapter میں یہ بتایا گیا ہے کہ مذہبی لوگوں کا یہ نظریہ کہ کوئی خدا ہے بہت کمزور بنیادوں پر استوار ہے۔

تیسرے باب میں، اگر کوئی سمجھتا ہے کہ کائنات میں ایک design ہے تو اس کی نفی کی گئی ہے اور اس میں درج باتوں کے مطابق حقیقت یہ ہے کہ سب کچھ ڈارون کے اصول یعنی Natural Selection سے خودبخود وجود میں آ گیا تھا۔

چوتھا chapter اور اس کے بعد پانچواں، مذہب کو اس کے dominant ہونے کے باوجود اس کی بنیادوں کو غلط ثابت کرتا ہے۔

اس کے بعد مذہب کو Evil بتانے کی کوشش کی گئی۔

آخر میں نوجوانوں کو گمراہ کرنے کے لئے وہ یہ دلیل دیتا ہے کہ تم نے مذہب کو اپنی مرضی سے منتخب نہیں کیا بلکہ یہ تمہارے والدین کا نظریہ تھا اور تم نے صرف اندھی تقلید کی ہے۔ وہ انہیں سمجھاتا ہے کہ مذہب کے بغیر دنیا بڑی خوبصورت ہے اور دہریہ ہونا بڑے فخر کی بات ہے۔ دہریت کا مطلب ہے صحت مند اور آزاد ذہن۔ وہ اپنی کتاب میں یہ

ثابت کرنا چاہتا ہے کہ میں رچرڈ ڈاکنز تم سب کا ہمدرد ہوں اور شعور کو بیدار کرنے کا کام کر رہا ہوں۔

اس نے 2008ء میں یہ بھی دعویٰ کیا کہ وہ ایک اور کتاب نوجوانوں کے لئے لکھے گا جس میں ان کو اس غیر سائنسی حقیقت سے دور مذہب کی فرضی کہانیوں fairy tales سے متنبہ کرے گا۔ رچرڈ ڈاکنز کا یہی وطیرہ رہا ہے کہ وہ نوجوانوں کو اسلام سے متنفر کرنے کے لئے مذہب کو بُرا دکھا کر پیش کرے۔

اب ضرورت اس امر کی ہے کہ اس کے اعتراضات کا جواب دلیل سے اور سائنسی طریقے سے دیا جائے اور دکھایا جائے کہ ڈاکنز جو اپنی عقل کو دوسروں سے برتر سمجھتا ہے اور اسی کی بنیاد پر دنیا چلانے کا نظریہ پیش کرتا ہے وہ دراصل خود حقیقت سے نابلد اور ناسمجھ ہے کیونکہ اس نے وہ عظیم کتاب نہیں پڑھی اور نہ ہی پڑھنا چاہتا ہے جو ایک زندہ کتاب ہے۔ اور زندہ خدا کا ثبوت فراہم کرتی ہے۔ اسی کتاب میں سائنسی حقائق کا وہ خزانہ ہے جن پر تحقیق کر کے سائنس دان نوبل انعام سے نوازے جاتے ہیں۔ اور اس کی تعلیم سے سمجھدار لوگ ہدایت پاتے ہیں۔ یہی وہ کتاب ہے جس نے زندگی کی ابتداء اور ترقی کے وہ مراحل بیان کر دیئے ہیں جن پر آج بھی سائنس دان ششدر ہیں۔ اس کتاب میں وہ سائنس بیان کر دی گئی جس کو سائنس دانوں نے چودہ سو سال بعد سچا ثابت کر کے یہ مہر ثبت کر دی کہ یہ کتاب اُس ہستی کی زبان ہے جو تمام علوم کا منبع، سب کچھ جاننے والا، omniscient سب طاقتوں کا مالک اور انسانی سمجھ سے بالاتر ہے۔ انسان کی سمجھ اور حواس محدود ہیں جبکہ وہ لامحدود transcendent اور benevolent یعنی مہربان ہے۔

کائنات کے بنانے کے لئے قوانین اسی نے مرتب کئے ہیں اور جس نے بھی کائنات پر غور کیا اور تحقیق کی اس نے سمجھ لیا کہ تمام تخلیق بڑی درست، متوازن، متناسب اور خوبصورت ہے۔ اس کی planning عظیم الشان ہے اور ایک حیرت انگیز design ہے۔ جس کو یہ نظر نہیں آتا تو اس کی نگاہ کا قصور ہے نہ کہ بنانے والے کا۔ سائنس دانوں نے ہی اس کو Cosmological Model کا نام دیا ہے۔

ڈاکنز کو چاہیئے کہ نفرت اور تعصب کی دنیا سے باہر نکلے ہر چیز کو ڈارون کی نظر سے نہ دیکھے بلکہ عقل کی آنکھ سے دیکھے اور اگر سمجھ نہ آئے تو علم والوں سے مدد طلب کرے اور سائنسی اصولوں پر بنی کائنات پر غور کرے۔

❁❁❁❁❁

رعمسیس ثانی (Ramses II) کی ممی (Mummy)

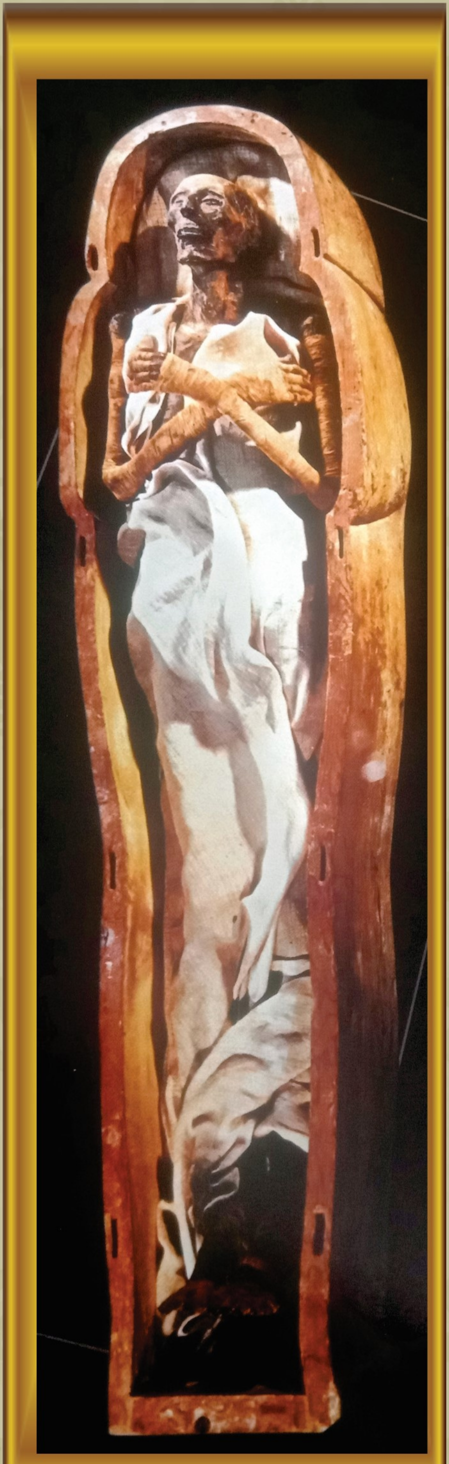

قرآن کریم کی روشنی میں یہ ثابت ہوتا ہے کہ ممکنہ طور پر یہ حضرت موسیٰؑ کے زمانہ کا فرعون تھا

1881ء میں ایک فرانسیسی ماہر مصریات (Gaston Maspero) نے دیر البحری (Deir el-Bahari) کے مقام سے دریافت کی۔

اب یہ ممی قاہرہ کے میوزیم میں موجود ہے۔

تفصیلی مضمون کے لئے دیکھیں رسالہ کا صفحہ نمبر 58

Registration No:PUNBIL/2018/75031
Postal Registration No:GPD- 47/ 2023-2025 for the calendar year 2025

Monthly

Muwāzna-e-Madhāhib

01

VOL. 08 ISSUE, 01 Sulh - 1404 (HS)Rajab January 2025

اگر ہر بال ہو جائے سُخَن ور تو پھر بھی ہے شکرِ اِمکاں سے باہر

امام جماعت احمدیہ عالمگیر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے رسالہ ''موازنہ مذاہب'' کا ذکر کرتے ہوئے بیان فرمایا:

''ایک (نیا) رسالہ جاری کیا گیا......تھا۔ یہ ماہانہ رسالہ ہے ''موازنہ مذاہب'' جو یہاں یوکے سے چھپتا ہے اور اس میں بڑے اچھے علمی اور تحقیقی مضامین ہوتے ہیں۔ لوگوں کو بڑے پسند آرہے ہیں، اس کی ضرورت تھی اور گو اس وقت اس کی تعداد کم ہے لیکن اس کے بارے میں مَیں کہنا چاہتا ہوں جو لوگ اردو پڑھنا جانتے ہیں اُن کو اس رسالہ کا خریدار بننا چاہیئے۔ اس میں کافی اچھے مضامین ہیں بلکہ بعض مضامین کے ترجے کر کے ریویو آف ریلیجنز میں بھی شائع کئے جارہے ہیں۔''

(دوسرے دن کا خطاب، جلسہ سالانہ یوکے 2012ء بحوالہ ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل مؤرخہ 9 اگست 2013ء صفحہ 2)

Printed and Published by Jameel Ahmad Nasir, Owned by the Board of MUWAZNA-E-MADHAHIB, Printed at Fazl e Umar Printing Press Harchwal Road, PO-Qadian. District Gurdaspur-143516, Issued at the office of MUWAZNA-E-MADHAHIB, Mohalla Ahmadiyya Qadian, PO- Qadian. District Gurdaspur- 143516, Punjab.
Editor: Muhammad Hameed Kausar